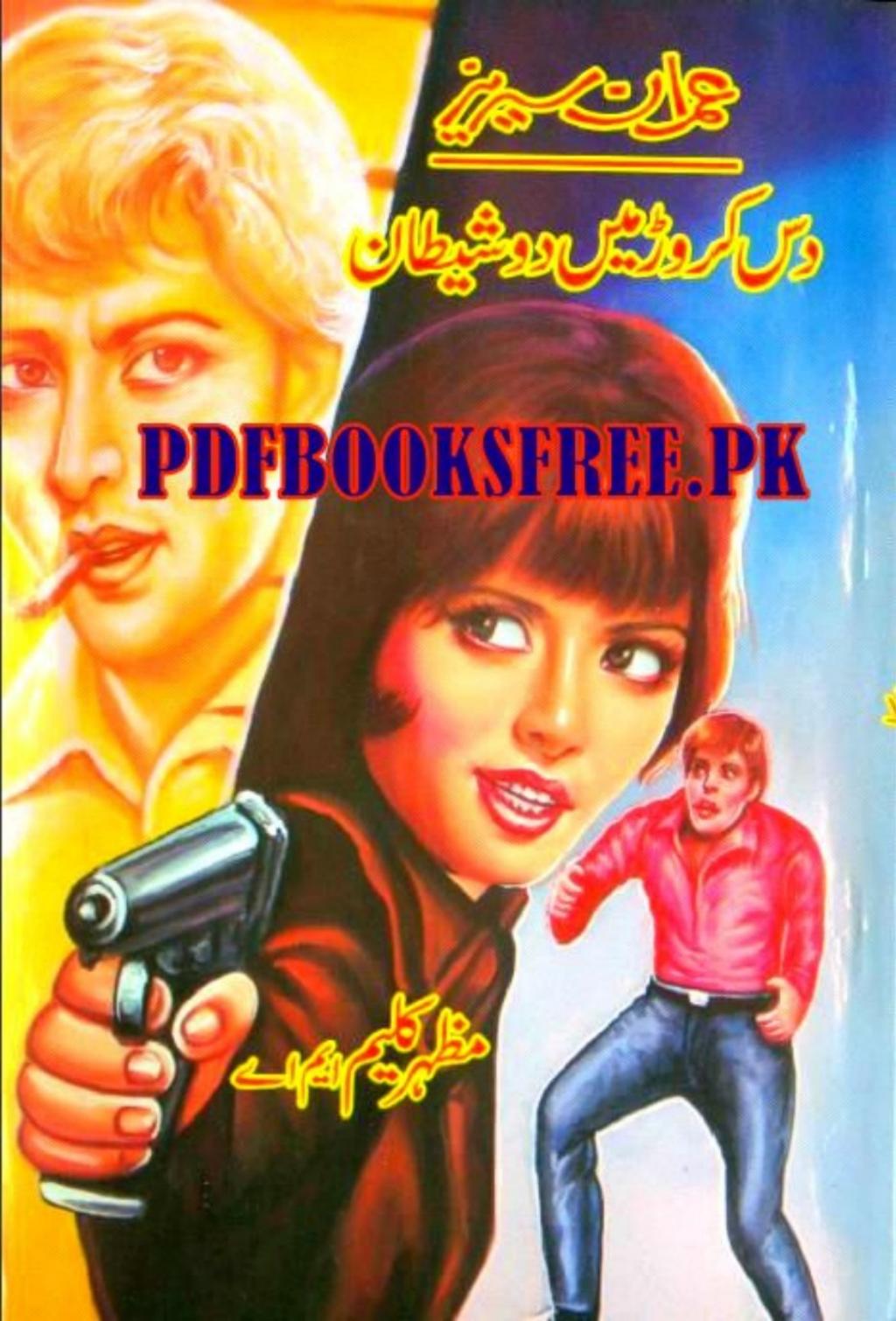


عازت سینے

دک کرو ڈیس رو شیطان

PDFBOOKSFREE.PK

منظور کرم الحب



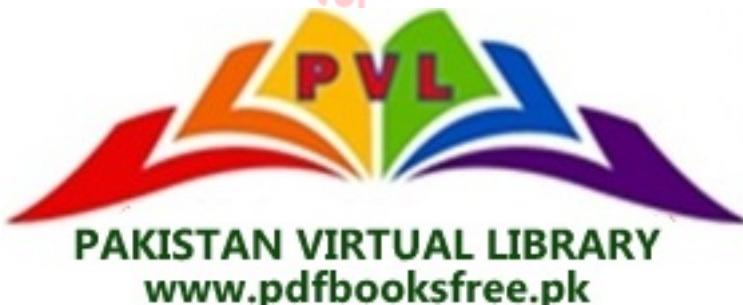
عِنْقَ سَبَزَ

دس کروڑ میں دو شیطان

مکمل ناول

منظہر کلیم ایم اے

adet By Nadeem



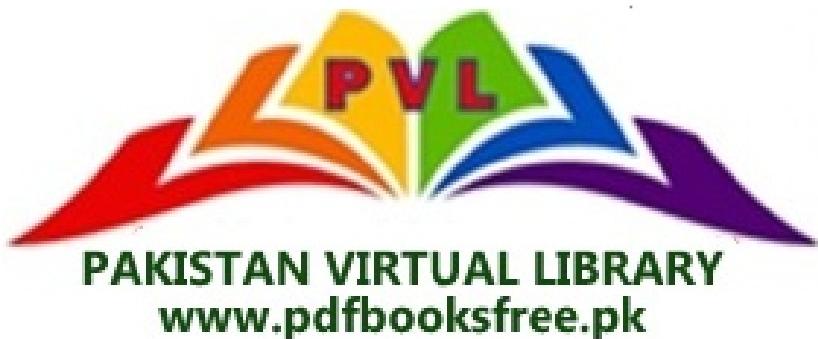
خان برادر ز گارڈن ٹاؤن ملتان

چند باتیں

محترم فارغین۔ سلام مسنون۔ طویل عرصے سے آپ کے لئے مسلسل ناول لکھ رہا ہوں اور زمانہ گزرنے کے اثرات بھی ناولوں پر لازماً پڑتے ہیں کیونکہ لکھنے اور پڑھنے والے دونوں پر زمانے کے تغیرات لازماً اثر انداز ہوتے ہیں اور کہا جاتا ہے کہ زمانہ ہمیشہ آگے کی طرف بڑھتا ہے۔ اس لحاظ سے ناول لکھنے کے طویل عرصے میں بھی کرداروں میں نکھار اور ان کی سوچ اور ان کے انداز میں یقیناً بے پناہ فرق آ جاتا ہے۔

آپ کے ہاتھوں میں موجود ناول ”دی کروڑ میں دو شیطان“ میرے ابتدائی چند ناولوں میں سے ایک ہے۔ یہ اس زمانے میں لکھا گیا جب پاکستان کی آبادی بشمول مشرقی پاکستان صرف دس کروڑ تھی۔ اس سے آپ بخوبی اندازو لگا سکتے ہیں کہ یہ ناول کب لکھا کیا تھا۔ اس لئے اسے پڑھتے ہوئے یہ ضرور ذہن میں رکھیں کہ یہ میرا بالکل ابتدائی دور میں لکھا گیا ناول ہے۔ زمانے کے طویل فاصلے کے باوجود مجھے یقین ہے کہ یہ ناول آپ کو پسند آئے گا لیکن حربِ روایت ناول پڑھنے سے قبل اپنا ایک خط اور اس کا جواب بھی ملاحظہ کر لیجئے تاکہ روایت قائم رہے۔

دیپاں پور ضلع لاڑکانہ سے امان اللہ خان ولید لکھتے ہیں کہ میں



اچانک ایک تیز زنائے کی آواز فضا میں گونجی اور دوسرے لمحے
اس کی گردن اس صفائی سے کٹ گئی جیسے تار سے صابن کٹ جاتا
ہے۔ سر دور جا گرا۔ گردن سے خون کا فوارہ ابل پڑا۔
اس کا باقیہ جسم ایک لمحے کے لئے لڑکھڑا تارہا پھر ایک جھٹکے سے
زمین پر آ گرا۔ جیسے ہی اس کا جسم زمین پر گرا، تین تیز اور خوفناک
چینیں فضا میں گونج اٹھیں۔ وہ تینوں چیختے ہوئے اپنے ساتھی کی
طرف دیکھ رہے تھے جو زمین پر مرا پڑا تھا۔
کئی ہوئی گردن اور سر سے ابھی تک خون رس رہا تھا۔ تینوں کی
ہنکھوں سے شدید خوف نمایاں تھا۔ خوف اور دہشت کی وجہ سے
ان کے چہرے بگڑ گئے تھے اور دوسرے لمحے ان میں سے ایک جو
شاید قدرے کمزور دل کا مالک تھا، لہرا کر فرش پر گر پڑا۔ وہ خوف
کی زیادتی کی وجہ سے بے ہوش ہو چکا تھا۔

ندم
www.pdfbooksfree.pk

گذشتہ بیس سالوں سے آپ کے ناول پڑھ رہا ہوں۔ آپ کی تحریر
واقعی سحر انگلیز ہے کہ ایک بار ناول پڑھنا شروع کیا جائے تو جب
تک ختم نہ ہو جائے اس سے نظریں نہیں ہٹائی جا سکتیں۔ آپ نے
”ٹریٹی“ اور ”ڈارک آئی“ جیسے ناول دوبارہ نہیں لکھے۔ روزی راسکل پر
بھی کوئی نیا ناول ضرور تکھیں کیونکہ یہ کردار تمام قارئین کا پسندیدہ
کردار ہے۔

محترم امان اللہ خان ولید صاحب۔ خط لکھنے اور ناول پسند
کرنے کا بے حد شکریہ۔ میری ہمیشہ یہی کوشش رہتی ہے کہ ناول
میں کوئی جھوول نہ آئے اور دیپسی کا تاثر مسلسل قائم رہے۔ یہ اللہ
تعالیٰ کا فضل و کرم ہے کہ وہ میری کوشش کو کامیابی بخش دیتا ہے۔
روزی راسکل پر بھی انشاء اللہ جلد ہی آپ نیا ناول پڑھیں گے۔
امید ہے آپ آئندہ بھی خط لکھتے رہیں گے۔

اب اجازت دیجئے

والسلام

مظہر کلیم ایم اے

E.Mail.Address

mazharkaleem.ma@gmail.com

چار شوقيہ شکاریوں کی یہ پارٹی دار الحکومت کے مالدار نوجوانوں پر مشتمل تھی جو کل دار الحکومت سے پیرا بن کے جنگل میں شکار کھیلنے لئے آئے تھے۔ اس سے پہلے بھی وہ کئی بار جنگل میں شکار کھیل پکے تھے لیکن آج کا یہ واقعہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے قطعی انوکھا تھا۔

وہ دو گھنٹے سے اس جنگل میں شکار کھیل رہے تھے۔ اس دوران انہوں نے دو ہرلن، تین خرگوش اور ایک چیتل شکار کیا تھا۔ پھر جسے ہی وہ جنگل کے انتہائی شمالی سرے پر پہنچے، اچانک یہ واقعہ پیش آگیا۔

وہ چاروں آپس میں باقی کرتے ہوئے چلے جا رہے تھے کہ اچانک ایک تیز زنائے کی آواز فضا میں گونجی اور دسرے لمحے ان تینوں سے ذرا آگے جانے والے کی گردن کٹ کر ایک طرف جا پڑی۔ انہیں کوئی ایسی چیز بھی نظر نہ آئی جس سے گردن کٹی ہوا اور نہ ہی کوئی ایسی چیز پہنچنے والا نظر آیا۔ اس وجہ سے ان پر دہشت طاری ہو گئی تھی۔

وہ دونوں ایک لمحے تک توبت بنے کھڑے رہے پھر ان میں ایک جو عمر کے لحاظ سے ان سب سے بڑا نظر آ رہا تھا، دسرے سے مخاطب ہوا۔

”جمال۔ یہ سب کیا ہوا، کیسے ہوا؟“..... اس کی آواز سے بھی دہشت ساف بھلاک رہی تھی۔

”کچھ سمجھ میں نہیں آتا سلیم۔ سعید کی گردن کیسے کٹ گئی؟“ -
7
جمال نے جواب دیا۔

ان کے حواس بحال ہوتے جا رہے تھے اور فوری دہشت اور خوف جوان کے ذہنوں پر طاری ہو گیا تھا۔ آہستہ آہستہ کم ہوتا جا رہا تھا۔ پھر وہ دونوں اس مردہ نوجوان جس کا نام سعید تھا کی طرف کندھے سے الگی ہوئی چھاگل سے پانی نکال کر بے ہوش نوجوان کے چہرے پر چھینٹے مارے۔ چند لمحے بعد اسے ہوش آگیا۔

”اگر۔ اگر۔ کیا ہوا؟“..... اس کے منہ سے بے ربط سے جملہ نکلے۔

”ہوش میں آؤ بشیر۔ ہمیں اپنے بھاؤ کی بھی فکر کرنی چاہئے۔ ہو سکتا ہے ہم بھی اس ان دیکھی موت کا شکار ہو جائیں“..... جمال نے کہا۔

تحوڑی دیر بعد وہ یہاں کھڑے سوچ رہے تھے کہ اب کیا کیا جائے۔ وہ اپنے ساتھی کی الاش بھی یہاں نہیں چھوڑ سکتے تھے اور خوف کی وجہ سے یہاں سے بھاگ جانا بھی چاہتے تھے۔

” بشیر۔ میرے خیال میں تم جاؤ اور پولیس کو اس واقعہ کی اطلاع دو۔ ہم دونوں یہاں ٹھہرتے ہیں۔ کیا خیال ہے سلیم؟“ -

جمال نے جوان سب میں زیادہ مضبوط اعصاب کا مالک نظر آ رہا تھا، نے بشیر اور سلیم سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ٹھیک ہے بشیر۔ تم جاؤ اور پولیس کو لے کر آؤ لیکن جتنی جلدی ممکن ہو سکے واپس آنا۔“..... سلیم نے بھی جمال کی تائید کی اور پھر بشیر اطلاع دینے کے لئے بھج ڈیا تھا۔ چنانچہ کی جیپ موجود تھی۔ وہ تقریباً بھاگتا ہوا جیپ تک گیا اور پھر پولیس اٹیشن جا پہنچا۔ اس نے وہاں موجود انچارج کو تمام واقعہ تفصیل سے بتایا۔ پہلے تو انچارج اس واقعہ پر یقین کرنے کو تیار نہ ہوا کیونکہ ایسا کوئی واقعہ اس سے پہلے اس جنگل میں نہیں ہوا تھا لیکن بشیر کے بے پناہ اصرار اور یقین کو دیکھتے ہوئے وہ اس کے ساتھ چلنے کو تیار ہو گیا۔ جب بشیر پولیس کے سلیخ گارڈ کو لے کر وہاں پہنچا تو اس کے ذہن کو ایک اور زور دار جھٹکا لگا۔ جمال اور سلیم کی لاشیں بھی اس کے پہلے ساتھی سعید کے ساتھ ہی پڑی تھیں۔ ان کی گرد نیس بھی دیسے ہی کئی ہوتی تھیں۔ وہ ان کی لاشیں دیکھ کر ضبط نہ کر سکا اور چیخیں مارنے لگا۔ پولیس کے سپاہی اور تھانیدار بھی حیرت اور دہشت سے ایک لمحے کے لئے سُن ہو گئے۔ لاشوں کی حالت ہی ایسی تھی کہ جو بھی دیکھتا اس کا حشر وہی ہوتا تھا۔ جسم کہیں پڑے تھے، سر کہیں پڑے تھے۔ تھانیدار نے جلد بھی اپنے اوپر قابو پا لیا اور پھر اس نے بڑی باریک بینی سے چاروں طرف کی زمین اور درختوں کا معائنہ کیا کہ کوئی ایسی چیز مل جائے جس سے آکے قتل کا

چل سکے لیکن بسیار کوشش کے باوجود ایسی کوئی چیز دستیاب نہ ہو سکی البتہ سامنے والے ایک درخت پر ہلکا سا کٹ کا ایک نشان اسے نظر آیا لیکن وہ اس سے کوئی خاص سراغ حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوا۔ ایک سپاہی کو اس نے مرکزی ہیڈ کوارٹر میں اس عجیب و غریب واقعہ کی اطلاع دینے کے لئے بھج ڈیا تھا۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد وہاں پولیس کے اعلیٰ حکام فنگر پنٹ کے ماہرین اور ایمپولینس کاریں پہنچ گئیں۔ پولیس نے اردو گرد کا تمام علاقہ چھان مارا لیکن کوئی سراغ نہ مل سکا۔ آخر تھک ہار کر انہوں نے لاشیں ایمپولینس میں ڈالیں اور واپس چلے گئے۔

اور پھر یہ حدیث روز کا معمول بن گئے۔ روزانہ شماںی سائیڈ کے کسی نہ کسی حصے میں شکاری اچانک اس پراسرار موت کا شکار ہو جاتے پولیس اور اعلیٰ حکام نے بڑے وسیع پیکانے پر ان واقعات کا اسباب جانتے کے لئے چھان بین کی لیکن سب بے سود، کچھ پتہ نہ چل سکا۔

شکاریوں اور عوام کے دلوں میں ان متواتر واقعات سے اتنی دہشت پھیلی کہ انہوں نے جنگل میں شکار کھیلنا چھوڑ دیا لیکن جب بھی کوئی بہادر اور منچلے شکاریوں کی پارٹی ان تمام باتوں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے فکار کھیلتے وہاں جاتی اسی پراسرار موت کا شکار ہو جاتی۔

یہ جنگل ریاست پریم نگر کی آمدی کا بہترین ذریعہ تھا۔ جنگل

ونعدہ کیا اور پھر چند دنوں بعد ان کی طرف سے ایک پیغام نواب بہزاد علی خان کو ملا کہ وہ ایک شخص کو ان کے پاس بھیج رہے ہیں جس کے متعلق انہیں یقین ہے کہ وہ ان واقعات کے اصل سبب کا کھوچ لگا لے گا۔ نواب بہزاد علی خان بڑی شدت سے اس شخص کی آمد کا انتظار کرنے لگے پھر انہیں اطلاع ملی کہ وہ شخص کل ان کے پاس پہنچ جائے گا۔

میں شکار کھیلنے والوں سے باقاعدہ فیس لی جاتی تھی۔ شکاریوں کی ریاست میں آمد کی وجہ سے ریاست مختلف صورتوں میں کافی روپیہ کما لیتی تھی۔ اس کے علاوہ جنگل سے لکڑی کاٹ کر ریاست سے باہر بھیجی جاتی تھی جس سے ریاست کو ایک معقول آمدی ہو جاتی تھی۔ شکاریوں نے جب سے اس طرف کا رخ کرنا چھوڑا تھا، ریاست کی اچھی خاصی آمدی بند ہو کر رہ گئی تھی۔ نواب بہزاد علی خان نے جو اس ریاست کے مالک تھے، اپنی گمراہی میں واقعات کی پچھان بیان کرائی لیکن اپنے پتہ نہ چل سکا۔ اب تو لکڑی کاٹنے کے لئے کوئی ٹھیکیدار اس جنگل کا ٹھیکہ نہ لیتا۔ خاصی تشویشناک صورتحال پیدا ہوتی تھی۔ رات کو اس جنگل سے مختلف رنگوں کی شعاعیں بلند ہوتیں۔ درختوں سے چنگاڑیاں پھوٹی شہر سے صاف نظر آتیں۔ جاہل عوام کے دماغوں میں رفتہ رفتہ یہ یقین پیدا ہوتا چلا گیا کہ اس جنگل میں آسیب نے ذیرہ ڈال دیا ہے۔ ساری ریاست میں یہ افواہ پھیل گئی۔

بہزاد علی خان نے مرکزی حکومت سے ان واقعات کے سراغ لگانے کے لئے جاسوس طلب کئے لیکن وہ بھی ناکام واپس ہوئے۔ نواب بہزاد علی خان اس سلسلے میں بے حد پریشان رہنے لگے۔ آخر ایک دن انہوں نے اپنے دوست وزارت خارجہ کے سکرٹری سر سلطان کو فون کیا اور انہیں تمام واقعات تفصیل سے بتانے کے بعد ان سے مدد کی درخواست کی۔ سر سلطان نے حتی الوعظ مدد کرنے کا

یہاں کا حسن دو بالا ہو جاتا۔ سرحد کے قریب ایک بہت بڑا اور گھنا جنگل تھا جس میں ہر قسم کے درندے شکار کے لئے موجود تھے۔ یہ جنگل پیر ابن کے نام سے مشہور تھا۔ کئی لوگوں اسے شکاریوں کی جنت کے نام سے پکارتے تھے۔ نواب بہزاد علی خان زم طبیعت اور صلح جو شخصیت کے مالک تھے۔ غربیوں کے بھی خواہ تھے۔ اپنی ریاست میں انہوں نے جگہ جگہ بتیم خانے، سرائیں، ہسپتال، سکول قائم کر رکھے تھے جن کا تمام خرچ وہ خود اٹھاتے تھے۔ اس لئے وہ ریاست کے عوام میں بے انتہا مقبول تھے۔ لوگ انہیں نواب فرشته کے نام سے یاد کرتے تھے۔ ان کی اولاد دو لاکھیوں اور ایک لاکھ پر مبنی تھی۔ نواب صاحب کی بیگم چار سال پہلے وفات پا چکی تھیں۔ لڑکا ڈاکٹری کی اعلیٰ تعلیم کے لئے آسکسپورڈ گیا ہوا تھا۔ لڑکیاں تعلیم سے فارغ ہو چکی تھیں۔ دونوں لڑکیاں فرخ جہاں اور ماہ رخ انتہائی شوخ اور پنچل طبیعت کی مالک تھیں۔

لاکھیوں کے علاوہ ان کی دو بھانجیاں شلگفتہ اور ناہید بھی ان کے ساتھ ہی رہتی تھیں کیونکہ نواب کی ہمیشہ کافی عرصہ پہلے انتقال ہو چکا تھا۔ ناہید اور شلگفتہ کی طبیعت بھی فرخ جہاں اور ماہ رخ کی طرح انتہائی شوخ تھی اس لئے جہاں ان چاروں کا گروپ مل جاتا وہاں ایک قیامت ہی ثوت پڑتی۔ چاروں تعلیم یافتہ اور حسن میں لاثانی تھیں۔ نواب صاحب چاروں سے یکساں پیاز کرتے تھے۔ ان کے لئے لڑکیوں اور بھانجیوں کے درمیان کوئی فرق نہیں تھا۔ وہ

نواب بہزاد علی خان جیسے ہی کھانے کے کمرے میں داخل ہوئے۔ کمرے میں گوبنختے والے متزمم قہقہے اور ہلکی ہلکی سرگوشیاں گھرے سکوت میں تبدیل ہو گئیں۔ وہ آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اپنی مخصوص کرسی پر آ کر بیٹھ گئے۔ ان کی آنکھیں کسی گھری سوچ میں غرق محسوس ہوتی تھیں۔ چہرے پر پریشانی کے تاثرات نمایاں تھے۔ صاف محسوس ہوتا تھا کہ ان کا دماغ کسی پیچیدہ اسرار کو سمجھانے کی ناکام کوشش میں مصروف ہے۔ نواب بہزاد علی ایک چھوٹی سی ریاست پریم نگر کے مالک تھے۔ ان کی ریاست ملک کے انتہائی شمالی میں سرحد کے قریب واقع تھی اور اپنے خوبصورت اور دلکش مناظر کی وجہ سے پورے ملک میں ایک مشہور سیر گاہ کا درجہ رکھتی تھی۔ ملکی لوگوں کے علاوہ دنیا کے کوئے کوئے سے سیاح پریم نگر میں سیر و تفریح کے لئے آتے تھے اور خاص طور پر گرمیوں میں

گیست روم ٹھیک کروالیزا۔۔۔ نواب صاحب نے ماہ رخ سے
مناظر ہوتے ہوئے کہا۔

”او کے ڈیڈی۔ دیسے یہ معزز شخصیت کہاں سے تشریف لا رہی
ہے۔۔۔ ماہ رخ کے لمحے میں دلبی دلبی فنسی کے اثرات واضح تھے۔

”دارالحکومت سے۔۔۔ نواب صاحب نے ماہ رخ کے لمحے پر
غور کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

”کیا آپ ان کا عیشگی تعارف نہیں کر سکتے۔۔۔ ماہ رخ نے
کہا۔

”ان کا نام علی عمران ہے اور ایک خاص سلسلے میں مجھے ان کی
ہدود رکار ہے اس لئے وہ کل یہاں آرہے ہیں لیکن ایک بات میں
پہلے بتا دوں۔ آپ نے ان کے ساتھ کسی قسم کا مذاق نہیں کرنا۔ وہ
شاپید انہائی سنجیدہ طبیعت کے مالک ہوں گے اور جس کام کے سلسلے
میں وہ یہاں آرہے ہیں اس کے لئے انہیں ذہنی یکسوئی کی انہائی
ضرورت ہے۔۔۔ نواب صاحب کا لمحہ بے حد سنجیدہ تھا۔

”بہت اچھا انقل۔ لیکن آپ نے لفظ شاید استعمال کیا ہے۔ کیا
اس کا مطلب ہے کہ آپ انہیں پہلے سے نہیں جانتے۔۔۔ شگفتہ
نے ایک نکتہ نکلا۔

”ہاں شگفتہ۔ وہ پہلی بار یہاں آرہے ہیں۔۔۔ نواب صاحب
نے سنجیدگی کو برقرار رکھتے ہوئے کہا اور پھر وہ سب خاموشی سے کھانا
کھانے میں مشغول ہو گئے۔ نواب صاحب کے علاوہ باقی سب

چاروں بھی نواب صاحب سے کافی حد تک بے تکلف تھیں لیکن اس
کے باوجود وہ ان کا ادب بھی بہت کرتی تھیں پچانچہ اس وقت بھی
جیسے ہی نواب صاحب کھانے کے کمرے میں داخل ہوئے وہاں
خاموشی طاری ہو گئی۔ نواب صاحب خیالوں میں کھوئے ہوئے کھانا
کھا رہے تھے۔

”ڈیڈی۔ آج آپ پریشان معلوم ہو رہے ہیں۔۔۔ اچانک ماہ
 Rx نے نواب صاحب کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔
نواب صاحب چونک پڑے اور پھر پھیکی فنسی ان کے ہونٹوں پر
شمودار ہوئی۔

”نہیں بے بی۔ میں ٹھیک ہوں، بس ذرا ریاست کے متعلق
ایک مسئلے پر غور کر رہا تھا۔۔۔ نواب صاحب نے اپنی حالت
سنچاہلتے ہوئے کہا۔

”ڈیڈی۔ کھانا کھاتے وقت آپ ریاست کو بھول جایا
سکیجیے۔۔۔ فرخ جہاں نے اٹھلاتے ہوئے کہا۔

”آپ ہماری بیٹی ہمیں فصیحتیں کر رہی ہے۔۔۔ نواب صاحب
نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”فرخ باجی ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہیں انقل۔۔۔ شگفتہ نے فرخ
کی تائید کرتے ہوئے کہا۔

”اور ہاں، مجھے بتانے کا خیال ہی نہیں رہا۔ کل ایک معزز
شخصیت بطور مہمان ہمارے ہاں آ رہی ہے۔ نوکروں سے کہہ کر

کے دماغ میں وہ معزز شخصیت گھوم رہی تھی۔ سب اپنی اپنی جگہ اس شخصیت کا تصوراتی خاکہ باندھ رہی تھیں کہ وہ شخصیت کیسی ہو گی۔ اتنے میں نواب صاحب نے کھانا کھا کر ہاتھ رومال سے پوچھنے شروع کر دیئے۔ باقی سب نے بھی ان کی پیروی کی اور ہاتھ دھونے کے بعد نواب صاحب اپنے خاص کمرے میں چلے گئے اور وہ چاروں دستِ خوان سے اٹھ کر ایک دوسرے کمرے میں آپسیں۔

”شگفتہ باجی۔ وہ معزز شخصیت کیسی ہو گی؟“..... ناہید نے شگفتہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

”یہی میں سوچ رہی ہوں۔“..... شگفتہ نے جواب دیا۔

”میرے خیال میں وہ انتہائی طویل القامت، قوی ہیکل ادھیزر عمر کی شخصیت ہو گی جس کی لمبی لمبی سفید موچھیں ہوں گی۔ سر کے بال آدھے غائب اور آدھے باقی سفید ہوں گے۔“..... ماہ رخ نے اپنے ذہن میں پیدا ہونے والا خاکہ ان کے سامنے پیش کر دیا۔

”بالکل ٹھیک۔ باجی۔ بالکل یہی نقشہ میرے ذہن میں بھی تھا۔ اس کے علاوہ ان کی آنکھوں پر موٹے موٹے شیشوں والی دھندلی سی عینک بھی ضرور ہو گی۔“..... ناہید نے خاکے میں اضافہ کرتے ہوئے کہا اور سب کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔

”باجی۔ یہ شخصیت کہیں اپنے فلاسفوں اور فیصلتوں سے پورنہ کرنا شروع کر دے۔“..... شگفتہ نے منہ پگاڑتے ہوئے کہا۔

”دیکھو، یہ تو اس کی آمد پر ہی پتہ چلے گا۔“..... ماہ رخ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر وہ کافی رات گئے تک اس معزز شخصیت پر ہی بحث کرتی رہیں۔



PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

گھنا اور بہبیت ناک جنگل رات کے وقت کچھ اور زیادہ بھیانک لگ رہا تھا۔ چاروں طرف مختلف درندوں کی زور دار آوازیں گونج رہی تھیں۔ ان میں کبھی کبھی شیر کی دل ہلا دینے والی دھاڑیں بھی شامل ہوتی تھیں۔

ایسی خوفناک جنگل میں اس وقت ایک سیاہ پوش ہاتھ میں برین گن پکڑتے ہوئے اطمینان سے آگے بڑھا چلا جا رہا تھا۔ وہ اس طرح مطمئن تھا جیسے جنگل کی بجائے کسی شہر کی پررونق سڑک پر پھر رہا ہو۔ کبھی کبھی وہ اچانک ٹھٹک کر رک جاتا اور چند لمحے کسی آواز کو بغور سنتا پھر سر جھٹک کر آگے بڑھ جاتا۔

ابھی تک اس کا واسطہ کسی درندے سے نہیں پڑا تھا۔ کافی دور تک وہ جنگل میں بڑھتا چلا گیا۔ پھر ایک درخت کے نیچے آ کر رک گیا۔ یہ درخت بہت پھیلا ہوا تھا۔ اس درخت کا تنا بہت چوڑا

تھا کہ اگر ایک ہاتھی بھی دوسری طرف چھپ کر کھڑا ہوتا تو اس طرف سے نظر نہ آ سکتا تھا۔ وہ سیاہ پوش درخت کے پاس خاموشی سے کھڑا رہا پھر آگے بڑھا اور تنے پر ہاتھ پھیرنے لگا۔ اچانک ایک ہلکی سی گڑگڑاہٹ کی آواز آئی اور اس تنے میں ایک دروازہ سا بن گیا۔ وہ ادھر ادھر دیکھتا ہوا اس دروازے میں داخل ہو گیا۔ اس کے داخل ہوتے ہی دروازہ بند ہو گیا۔ اندر کی طرف سیڑھیاں بنی ہوئی تھیں۔ سیاہ پوش نے برین گن کا ندھے سے نکالی، جیب سے ایک چھوٹی سی ٹارچ نکالی اور پھر اس ٹارچ کی روشنی کے ذریعے وہ سیڑھیاں اترنا چلا گیا۔

سیڑھیاں کافی گہرائی تک چلی گئی تھیں۔ جہاں جا کر سیڑھیاں ختم ہوئیں، وہاں آگے ایک چھوٹا سا کمرہ تھا۔ کمرے کا دروازہ بند تھا۔ اس نے دروازے پر لگے ہوئے پیٹل کے ہینڈل کو تین بار مخصوص انداز میں گھمایا اور دروازہ کھل گیا۔ آگے ایک بھی سی گیلری تھی۔ گیلری میں کم پاؤز کے بہت سے بلب جمل رہے تھے۔ گیلری میں ہلکی ہلکی گڑگڑاہٹ کی آوازیں آ رہی تھیں۔ جیسے آس پاس کوئی بھاری مشین چل رہی ہو۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا گیلری سے گزرنے لگا۔ گیلری کے درمیان میں ایک چھوٹی سی چالی نکال اس وقت بند تھا۔ سیاہ پوش نے جیب سے ایک چھوٹی سی چالی نکال کر دروازے کے آٹو میٹک لاک میں ڈال کر گھمایا اور پھر دروازہ پر دباو ڈالا تو دروازہ بے آواز کھلتا چلا گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جو

”ہیلو۔ نمبر ٹو کام کس اسنج پر پہنچ چکا ہے۔ اوور“..... دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

”باس۔ کام کی رفتار تسلی بخش ہے۔ ہم جلد ہی اپنا مشن مکمل کر لیں گے۔ اوور“..... نمبر ٹو نے جو وہی سیاہ پوش تھا، جواب دیا۔ ”جنگل میں شکاریوں کی رکاوٹ کے لئے کہاں تک کامیابی ہوئی ہے۔ اوور“..... دوسری طرف سے سوال کیا گیا۔

”باس۔ کافی حد تک ہم کامیاب ہو چکے ہیں۔ شروع شروع میں ہمیں اس طرف آنے والے شکاریوں کو باعث پر کے ذریعے ہے دریغ قتل کرنا پڑا تھا۔ آبستہ آبستہ شکاری اس طرف آنے خود بخود بیٹھ گیا۔ وہ مشین میں لگی ہوئی مختلف رنگوں کی تاروں کو جوڑتا رہا پھر اس نے مشین کے نیچے لگے ہوئے ایک بٹن کو دبا دیا۔ مشین سے ہلکی ہلکی زوں کی آوازیں آنے لگیں۔ اس نے ایک اور بٹن دبایا تو زوں کی آوازیں تیز ہو گئیں۔ وہ خاموشی سے بیٹھا رہا۔ اچانک آوازیں آنی بند ہو گئیں اور پھر ایک عجیب قسم کی منمناتی ہوئی آواز ابھری جیسے کوئی منہ بھینچ کر بول رہا ہو۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ شیطان اسپیلنگ۔ اوور“..... کوئی دو منٹ تک یہی فقرہ دھرا یا جاتا رہا پھر آواز آنی بند ہو گئی۔ زوں زوں کی آوازیں دوبارہ آنی شروع ہو گئیں۔

”ہیلو۔ ہیلو۔ نمبر ٹو اسپیلنگ۔ اوور“..... وہ بھی تقریباً دو منٹ تک یہی فقرہ دھرا یا جاتا رہا پھر اس نے بٹن آف کر دیا۔ اب دوسری طرف سے وہی منمناتی آواز دوبارہ ابھری۔

بہترین اور جدید ساخت کے فرنچ پر سے مزین تھا۔ اس نے کمرے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا۔ کمرے میں مرکری ٹیوب جل رہی تھی۔ اس نے یہین گن کمرے کی سائینڈ میں پڑی ہوئی ایک ٹیبل پر رکھ دی اور پھر وہ ایک الماری کی طرف پڑھتا چلا گیا۔

اس نے الماری کھول کر اس کے اوپر والے خانے میں رکھی ہوئی ایک چھوٹی سی مشین لکالی اور پھر اسے لا کر کمرے کے درمیان پڑی ہوئی ایک بڑی سی میز پر رکھ دیا اور خود اس کے سامنے کرسی پر بیٹھ گیا۔ وہ مشین میں لگی ہوئی مختلف رنگوں کی تاروں کو جوڑتا رہا پھر اس نے مشین کے نیچے لگے ہوئے ایک بٹن کو دبا دیا۔ مشین سے ہلکی ہلکی زوں کی آوازیں آنے لگیں۔ اس نے ایک اور بٹن دبایا تو زوں کی آوازیں تیز ہو گئیں۔ وہ خاموشی سے بیٹھا رہا۔ اچانک آوازیں آنی بند ہو گئیں اور پھر ایک عجیب قسم کی منمناتی

والا ہوں۔ اور،..... دوسری طرف سے بولنے والے نے کہا۔
”مجھے خوشی ہو گی بآس۔ اور،..... سیاہ پوش نے موڈبائی انداز
میں کہا۔

”او کے۔ دیے ہر روز مجھے حالات بتا دیا کرنا۔ اور،..... بآس
نے کہا۔

”او کے سرپ۔ اور،..... سیاہ پوش نے جواب دیا۔

”او کے۔ اور اینڈ آل،..... وہی منمناتی ہوئی آواز ابھری اور
پھر یکنخت زوں کی آوازیں آنا شروع ہو گئیں۔ سیاہ پوش نے
تمام بٹن آف کر دیئے اور پھر تاریں علیحدہ کرنی شروع کر دیں۔
تاریں علیحدہ کر کے اس نے مشین اٹھا کر واپس الماری میں رکھی اور
پھر وہاں سے وہسکی کی بوتل اور گلاس لے کر دوبارہ کری پر آ بیٹھا۔

بہزاد محل کے خوبصورت پورچ میں ایک بھی سی گاڑی رکی اور
پھر ڈرائیور نے باہر نکل کر کار کا پچھلا دروازہ کھول دیا۔ پورچ کے
ساتھ والے برآمدے میں اس وقت نواب بہزاد علی خان اپنی دونوں
لڑکیوں اور بھانجیوں کے ساتھ بذات خود موجود تھے۔ دروازہ کھلا
اور ایک طویل القامت اور قوی ہیکل جبشی جس نے خاکی یونیفارم
پہنی ہوئی تھی اور جس کے پیٹ کی دونوں سائیڈوں پر ریوالور لگے
ہوئے تھے، باہر نکلا۔ اس کی آنکھیں انتہائی سرخ تھیں۔ برآمدے
میں کھڑی ہوئی لڑکیاں اسے دیکھ کر خوف سے سمت گئیں۔ واقعی وہ
اپنے گھرے کالے رنگ، سرخ آنکھوں اور وسیع و عریض جسم کی وجہ
سے انسان کی بجائے کوئی دیو لگ رہا تھا۔ نواب کی آنکھیں بھی
اسے دیکھ کر حیرت سے پھیل گئیں۔

پھر جبشی کار سے نکل کر ایک طرف موڈبائی انداز میں گھرا ہو

گیا۔ چند لمحے بعد کار سے ایک درمیانے قد کا خوبصورت نوجوان باہر نکلا۔ اس کے جسم پر شیکنی کلر لپاس تھا، چہرہ حماقتوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ خوبصورت اور موٹی آنکھوں میں مغضومیت کی جھملکیاں نمایاں تھیں۔ جسم بھرا ہوا اور مضبوط تھا۔ اسے دیکھ کر خوف کے مارے کہی ہوئی لڑکیاں اچانک کھلکھلا کر ہنس پڑیں۔ نوجوان کی ہیئت ہی کچھ ایسی تھی۔ نوجوان نے انہیں ہستا دیکھ کر اپنی آنکھیں اس طرح جھپکائیں جیسے الہ کو پکڑ کر دھوپ میں بٹھا دیا گیا ہو۔

اب نواب صاحب کے چہرے پر بھی شدید حیرت کے آثار نمایاں تھے۔ ڈرائیور نے کار کا دروازہ بند کر دیا۔ وہ نوجوان آگے بڑھا اور حیرت سے بُٹ بننے ہوئے نواب صاحب کے پاس آ کر رک گیا۔ اس کے پیچے وہ جبشی بھی تھا۔ نواب صاحب انہی تک اپنی حیرت پر قابو نہ پاسکے تھے۔ نوجوان نے ایک لمحے کے لئے انہیں دیکھا پھر رکون کے بل جھلتا ہوا انہیں فرشی سلام کرنے لگا۔ ساتھ ہی وہ نقیبوں کی طرح بول رہا تھا۔

”نواب ابن نواب، خاقان ابن خاقان، سلطان ابن سلطان، بے ایمان ابن، اودہ، سوری پلیز“..... نوجوان نے احمقانہ لمحے میں کہا تو لڑکیوں کے زور دار قہقہوں سے برآمدہ گونج اٹھا۔

”والی سلطنت پریم نگر“..... اس نے دوبارہ القبابات شروع کئے۔

”یہ کیا بد تمیزی ہے۔ کون ہوتم“..... نواب صاحب نے اس کی

یادہ گویائی سے جھنجلاتے ہوئے انتہائی تلخ لمحے میں کہا۔
نوجوان اچانک سیدھا ہو گیا اور پھر سینے پر ہاتھ رکھ کر سر کو ذرا جھکایا اور بولنا شروع کر دیا۔

”آپ کا مہمان مسکی علی عمران۔ ابن رحمان فریضتہ سر سلطان با من امان حاضر آمد، اب مان یا نہ مان تمہاری مرضی“..... آخری دو لفظ اس نے اس طرح لہک کر کہے جیسے گانا گا رہا ہو۔ لڑکیوں کے ہستے ہستے پیٹ میں بل پڑ رہے تھے۔

نواب صاحب حیرت سے گلگ ہوئے کھڑے تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہیں اور کیا نہ کہیں۔ عجیب چغد سے پالا پڑا تھا۔ اچانک انہوں نے نہستی ہوئی لڑکیوں کی طرف غصیلی نظر و نظر سے دیکھا۔

”تم کیوں نہیں رہی ہو۔ چلی جاؤ بیہاں سے“..... نواب صاحب نے انتہائی تلخ لمحے میں کہا۔

اور لڑکیاں اپنے منہ پر ہاتھ رکھے دہاں سے چل دیں۔ عمران اب خاموش کھڑا گول گول دیدے گھما رہا تھا۔

نواب صاحب اب عمران سے مخاطب ہوئے۔

”تم نے آتے ہی کیا بکواس شروع کر دی تھی“..... نواب صاحب کا لہجہ انتہائی تلخ تھا۔

”مجھے افسوس ہے نواب صاحب۔ دراصل میں نے سوچا آپ بھی روائی قسم کے نواب صاحب ہوں گے اگر میں نے اس طرح

القب و آداب کے ساتھ سلام نہ کیا تو فوراً گردن زنی کا حکم صادر کر دیں گے اور پھر ایک خوفناک قسم کا جلاド۔ لیکن ایک بات ہے یہ جوزف بھی کسی جلاد سے کم نہیں۔ یومیہ چھ بوتلیں شراب پی جانا جلاادی نہیں تو کیا ہے۔ عمران نے جوزف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو اس کے پیچے بت بنا کھڑا تھا۔

”یہ کون ہے؟“..... نواب صاحب نے جوزف کو سر سے پاؤں تک دیکھتے ہوئے کہا۔

”میرا باڈی گارڈ۔ کیوں آپ کو پسند آیا۔ کہیں تو اس جیسا آپ کو بھی منگوادوں،“..... عمران نے کہا۔

”تمہیں سر سلطان نے بھیجا ہے،“..... نواب صاحب نے پوچھا۔

”جی ہاں،“..... عمران نے سر جھکاتے ہوئے کہا۔

”مجھے یقین نہیں آتا کہ سر سلطان تم جیسے مسخرے کو بھیجیں گے،“..... نواب صاحب کی آنکھوں میں بے یقین صاف پڑھی جا سکتی تھی اور عمران نے جیب سے ایک لفافہ نکال کر آگے بڑھا دیا۔ نواب صاحب نے خاموشی سے اس کے ہاتھوں سے لفافہ لیا۔ اسے کھولا اور خط پڑھنا شروع کر دیا۔

بہزاد

میں علی عمران کو تمہارے پاس بھیج رہا ہوں۔ یہ تمہاری الجھنیں حل کر دے گا۔ ویسے اس کے مسخرے پن پر مت جانا۔ یہ بظاہر

جتنا مسخرہ ہے اتنا ہی درحقیقت تیز اور ذہین ہے۔ تم بلا تکلف اس سے اپنے تمام مسائل بیان کرو۔

فقط

سلطان احمد

نواب صاحب نے خط پڑھ کر ایک طویل سانس لیا اور ایک بار پھر گہری نظروں سے عمران کا جائزہ لینے لگے۔ عمران کے چہرے پر حماقتوں کی تہہ میں کچھ اور بھی اضافہ ہو گیا۔ چند لمحے تک وہ کچھ سوچتے رہے پھر انہوں نے کاندھے جھٹکے۔ یقیناً وہ کوئی فیصلہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

”اس کا پورا تعارف کرواؤ،“..... انہوں نے جوزف کو دیکھتے ہوئے عمران سے پوچھا۔

جوزف عمران کے پیچے اشن ش کھڑا تھا۔ اس کی سرخ آنکھیں یوں چاروں طرف گھوم رہی تھیں جیسے کوئی شکاری کسی شکار کی میلش میں ہو۔

”یہ میرا باڈی گارڈ ہے جوزف۔ کیا ہے؟“..... عمران نے ہر اس منہ بناتے ہوئے کہا۔

”شاندار،“..... نواب صاحب نے بغور جوزف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ان کی نظروں میں تحسین کے آثار نمایاں تھے۔

”خاک شاندار، کباڑہ کر کے رکھ دیتا ہے میرا،“..... عمران نے دوبارہ منہ بناتے ہوئے کہا۔

ڈرائیگ روم میں آگئے۔

”بیٹھو۔۔۔ انہوں نے ایک صوف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

”جوزف۔ دروازے پر نگرانی کرو۔۔۔ عمران نے جوزف کو حکم دیا اور جوزف بغیر کچھ بولے فوجی انداز میں ایاؤٹ ٹرن ہوا پھر مارچ کرتا ہوا ڈرائیگ روم سے باہر چلا گیا۔

”ہاں تو نواب صاحب۔ اب آپ مجھے تفصیل سے بتائیں کیا واقعہ ہے۔۔۔ عمران نے سنجیدگی سے نواب صاحب سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

”میرے خیال میں اب تم آرام کرتے، ڈزر کے بعد تمہیں تمام تفصیل سے آگاہ کر دوں گا۔۔۔ نواب صاحب نے کہا۔

اتنے میں ایک ملازمہ کافی کا جگ اور پیالیاں لے آئی۔ اس نے جگ سے دونوں پیالیوں میں کافی ڈالی اور ہڑے ادب سے عمران اور نواب صاحب کے سامنے پیالیاں رکھ کر واپس چل گئی۔

”نہیں۔ میرے خیال میں آپ ابھی بتا دیں تاکہ میں ڈزر تک چل کر بیٹھیں۔۔۔ نواب صاحب نے سنجیدگی سے کہا۔

”بہتر جیسے تمہاری مرضی۔۔۔ اور پھر نواب صاحب نے تمام واقعات پوری تفصیل کے ساتھ بتا دیئے اور اس کے ساتھ ساتھ ریاست کے نقصانات کا بھی ذکر کیا۔ جس میں شکاریوں سے ہونے

”کیا مطلب۔۔۔ نواب صاحب نے حیرت سے پوچھا۔

”جناب۔ چھ بوتل شراب یومیہ پیتا ہے تب اسے ہوش آتا ہے۔۔۔ عمران نے اسی لمحے میں کہا۔

”چھ بوتل شراب یومیہ، تب ہوش آتا ہے۔۔۔ نواب صاحب نے چونک کر لفظ ہوش پر زور دیتے ہوئے کہا۔

”جناب۔ گستاخی معاف، کیا میں اپنی نوکری کی سمجھوں۔۔۔ عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

”کیا مطلب۔ نوکری کا کیا مطلب۔۔۔ نواب صاحب اس عجیب و غریب سوال سے بوکھلا گئے۔

”بات یہ ہے کہ آپ تو میرا اس طرح انتہاوے لے رہے ہیں جیسے نوکری کے امیدوار سے لیا جاتا ہے۔۔۔ عمران نے برا سامنہ ہناتے ہوئے کہا۔

”اوہ معاف کرنا۔ عمران بیٹھے۔ میں تمہیں بیٹھا ہی کہوں گا کیونکہ تم میرے بیٹھے کی عمر کے برابر ہو۔ دراصل سچوشن ہی ایسی بن گئی ہے کہ میں حیرت کے لگا تارجھکلوں کی زد میں آ گیا تھا۔ آؤ اندر چل کر بیٹھیں۔۔۔ نواب صاحب نے کہا۔

”شکر ہے۔ میری تو ناگہیں کھڑے کھڑے سوکھ گئی ہیں۔۔۔ عمران نے بڑھاتے ہوئے کہا لیکن نواب صاحب نے کوئی جواب نہ دیا۔ شاید انہوں نے سنی ان سنی کر دی تھی۔ عمران اور جوزف نواب صاحب کے پیچے چلتے ہوئے ان کے شاندار اور وسیع و عریض

والی آمدی کے علاوہ جنگل سے لکڑی کی برآمد کا کاروبار بھی تھا۔ انہوں نے یہ شاید اس لئے کہا تھا کہ عمران کی نظروں میں ان واقعات کی اہمیت اجاگر ہو سکے۔

لیکن عمران کو ریاست کے فرع و نقصان سے کوئی غرض نہیں تھی۔

وہ تو سر سلطان کی ذاتی درخواست پر یہاں چلا آیا تھا۔ سر سلطان نے اسے بلا کر ذاتی طور پر درخواست کی تھی اور چونکہ عمران اور اس کی شیم کافی دنوں سے بالکل فارغ تھے۔ عمران نے سوچا چلو بے کار سے بے گاربی بھلی۔ کام بھی ہو جائے گا اور تفریق بھی۔ پر یہ نگر کے متعلق وہ بھی سب کچھ جانتا تھا چنانچہ وہ جوزف کو ساتھ لے کر یہاں چلا آیا لیکن اب تمام واقعات سن کر اس کی دلچسپی اس واقعہ سے بڑھ گئی تھی۔ حالات واقعی دلچسپ تھے۔ اچانک بغیر کسی ہتھیار کے شکاریوں کی گرد نہیں صابن کی طرح کٹ جائیں اور پھر رات کو جنگل سے بلند ہونے والی رنگ شعاعیں اور چنگاریاں یقیناً دلچسپ معاملہ تھا۔

”بہتر نواب صاحب میں کام کرنے کو تیار ہوں لیکن صرف دو شرائط پر۔“ عمران نے انتہائی سمجھیگی سے کہا۔

اس کے چہرے پر اتنی سمجھیگی طاری تھی کہ نواب صاحب حیرت سے اس کی طرف تک رہے تھے۔ وہ سوچ رہے تھے نیز آدمی ہے یا گرگٹ، ہر لمحے رنگ بدلتا ہے۔

”کون سی شرائط؟“ نواب صاحب نے چونکتے ہوئے کہا۔

”نمبر ایک میں جو کام بھی کروں آپ مجھ سے اس کی رپورٹ نہ مانگیں بالآخر آپ کو سب کچھ پتہ چل جائے گا،“..... عمران نے پہلی شرط پیش کی۔

”مجھے منظور ہے۔“..... نواب صاحب نے بلا تامل کہا۔

”نمبر دو جوزف کو روزانہ چھ بوتل شراب مہیا کرنا آپ کے ذمے۔“ عمران نے دوسری شرط بتاتے ہوئے کہا۔

”بھلا یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے۔ میں اپنے مہماںوں کی ضرورتوں کا ذمہ دار ہوں۔“..... نواب صاحب نے قدرے ناگواری سے کہا۔

”اوہ معاف کیجئے گا۔ آپ تو نواب ہیں۔ میں نہ جانتے کیا سمجھ پیٹھا تھا۔“..... عمران نے اچانک کہا۔ اب پھر اس کے چہرے پر حماقتیں جلوہ گر تھیں اور نواب صاحب جھینپ کر رہ گئے۔

”اچھا۔ اب تم آرام کرو تمہارے اور تمہارے باڑی گارڈ کے لئے کمرے ٹھیک کر دیئے گئے ہیں۔ ملاقات ڈریبل پر ہو گی۔“ نواب صاحب نے اٹھتے ہوئے کہا۔

”یقیناً۔ یقیناً۔“..... عمران نے سر جھکاتے ہوئے کہا پھر نواب صاحب نے میز پر پڑی ہوئی ٹیبل بیل بھائی۔ فوراً ایک ملازم اندر آگیا۔ اس نے جھک کر سلام کیا اور پھر موڈ بانہ انداز میں کھڑا ہو گیا۔

”ویکھو جمن۔ مہماںوں کی ان کے کمروں تک رہنمائی کرو۔“

نواب صاحب نے جمن سے کہا اور خود عمران سے ہاتھ ملا کر ڈرائیکٹ روم سے باہر نکل گئے۔

”چلیئے رہنمای صاحب“..... عمران نے جمن کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور جمن نے انکساری سے دانت نکال دیئے۔ پھر باہر نکل کر اس نے جوزف کو بھی ساتھ لے لیا۔

”ہمارے بھی ہیں رہنمای کیسے کیسے“..... عمران نے چلتے چلتے گانا شروع کر دیا لیکن کسی نے کوئی جواب نہ دیا تو پھر جھیٹ کر خاموش ہو گیا۔ نجات کیوں وہ اپ بغیر کسی مقصد کے حماقتیں کر جاتا تھا۔ شاید یہ چیز اس کی فطرت میں داخل ہو چکی تھی۔

پھر وہ اپنے کمرے میں پہنچ گئے۔ جوزف نے تو کمرے میں پہنچتے ہی اپنے سامان سے جوان سے پہلے ان کے کمروں تک پہنچ چکا تھا، شراب کی بوتل نکالی اور پینا شروع کر دی۔

عمران نے پہلے غسل کیا اور پھر بستر پر لیٹ کر اس واقعہ کے متعلق سوچنا شروع کر دیا۔ سوچتے سوچتے اسے نیند نے اپنی آغوش میں لے لیا اور پھر چند لمحوں بعد وہ دنیا و ما فیہا سے دور خوابوں کی حسین وادیوں میں کھو گیا۔

www.pdfbooksfreepk.com

بوتل خالی ہو جانے کے بعد سیاہ پوش کری سے اٹھا۔ اس نے سیاہ لبادے اتار دیا۔ لبادے کے نیچے ایک اچھی قسم کا سوت موجود تھا۔ اس نے لبادہ کمرے کی دیوار کے ساتھ کھڑی ہوئی ایک وارڈ روپ میں لوگا دیا اور خود کمرے سے باہر نکل آیا۔ اب وہ گیلری میں تھا پھر وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا گیلری کے آخری کونے کی طرف چلا گیا۔ گیلری کے اختتام پر ایک سائیڈ میں ایک دروازہ تھا۔ وہ بھی بند تھا۔ اس نے تین بار مخصوص انداز میں دروازے پر دستک بھی بند تھا۔ اس نے ایک چھوٹا سا سوراخ ہو گیا۔ دی۔ دروازے کے درمیان سے ایک چھوٹا سا سوراخ ہو گیا۔ سوراخ کے پرلی طرف کوئی آنکھ اسے دیکھ رہی تھی پھر دروازے بے آواز کھلنے لگا۔ یہ بھی ایک بہت بڑا ہاں تھا۔ اس ہاں میں بڑی بڑی دیو یہیکل مشین لگی ہوئی تھی۔

ہاں کے درمیان میں ایک بہت بڑی مشین فٹ تھی جس پر

تقریباً پندرہ آدمی کام کر رہے تھے۔ یہ مشین پتھر کوٹنے والی مشین سے قدرے ملتی جلتی تھی۔ اس کی خوفناک گڑگڑاہٹ سے سارا ہال گونج رہا تھا۔ یہ مشین زمین کی گہرا بیوں سے لمبی کے بڑے بڑے ڈھیلے نکالتی اور پھر وہ ڈھیلے مشین کے مختلف حصوں میں بڑی تیزی کے ساتھ گردش کرنے لگتے۔ مشین کی ایک سائیڈ پر ایک کافی بڑا میٹر نصب تھا جس کے ڈائل پر لگی ہوئی مختلف سویاں تھر تھرا رہی تھیں۔ ایک نوجوان مستقل طور پر اس میٹر پر کھڑا سویوں کے ارتقاش کو بغور دیکھ رہا تھا اور وقتاً فوقتاً وہ نمبروں کو ہاتھ میں پکڑی ہوئی چھوٹی سی کاپی پر نوٹ بھی کر لیتا تھا۔

ہال میں داخل ہونے والا نمبر ٹو تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا سیدھا اس نوجوان کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ وہ اس کے قریب آ کر رک گیا۔ میٹر پر کام کرنے والے نوجوان نے چونکہ کراسے دیکھا پھر انہی کی مودبانہ انداز میں اسے سلام کیا۔

مسٹر سیٹھی۔ کیا پوزیشن ہے؟..... نمبر ٹو نے پوچھا۔

”ہاس سو فٹ گھرائی تک کچھ نہیں ہے اس کے بعد تین سو فٹ کی گھرائی میں چند ذرات ملے ہیں لیکن وہ بھی ناکارہ ہیں۔ آگے پچاس فٹ تک چیک کیا جانا ہے۔“..... نوجوان نے جسے سیٹھی کے نام سے پکارا گیا تھا، جواب میں کہا۔

”ہوں۔“..... نمبر ٹو نے بغور میٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا پھر وہ کندھے جھکتا ہوا آگے بڑھ گیا۔ ہال کے آخری سرے پر ایک

دروازہ تھا۔ وہ دروازے پر مخصوص انداز میں دستک دینے لگا۔ دوسرے لمحے دروازہ کھل گیا اور ایک شین گن کی نال اس کے سینے پر آگئی۔

”شیطان۔“..... شین گن بردار نے جو ایک قوی ہیکل غنڈہ تھا، دھیرے سے کہا۔

”وس کروڑ میں دو شیطان۔“..... نمبر ٹو نے جواباً کہا اور شین گن کا رخ بدل گیا۔ وہ غنڈہ ادب سے ایک طرف ہٹ گیا۔ نمبر ٹو اندر داخل ہو گیا۔ یہ ایک چھوٹا سا کمرہ تھا جس کا دوسرا دروازہ اوپر چھٹ کے قریب لگا ہوا تھا اور دروازے تک پہنچ گیا۔ یہاں بھی اس تھیں۔ وہ سیرھیاں چڑھتا ہوا دروازہ تک پہنچ گیا۔ یہاں بھی اس نے وہی مخصوص دستک دی اور پھر پہلے کی طرح دروازہ کھلتے ہی ایک شین گن کی نال اس کے سینے پر آ کر کٹ گئی۔

”شیطان۔“..... شین گن بردار پڑ بڑایا۔

”وس کروڑ میں دو شیطان۔“..... نمبر ٹو نے اسی لمحے میں کہا اور شین گن کا رخ بدل گیا۔ وہ دروازہ کراس کر گیا۔ اب وہ ایک وسیع و عریض میدان میں تھا جس میں سینکڑوں کی تعداد میں سڑکیں بنانے والی مشینیں پتھر لے آئے اور لے جانے والی مشینیں اور اسی قسم کی دوسری مشینیں کام کر رہی تھیں۔ اس میدان میں آسمان نظر نہیں آ رہا تھا۔ میدان کے اوپر چھٹ تھی لیکن یہ میدان بھی انجینئرنگ کا اعلیٰ نمونہ تھا۔

میدان کی سائیڈوں میں عمارتیں تعمیر کی جا رہی تھیں۔ نمبر ٹونے ایک لمحے کے لئے چاروں طرف دیکھا اور پھر وہ میدان کے ایک کونے کی طرف بڑھ گیا جہاں ایک چھوٹا سا کیبن بنا ہوا تھا۔ چند لمحے بعد وہ کیبن میں پہنچ گیا۔ کیبن میں موجود دو افراد اسے دیکھ کر مودبانہ طور پر اٹھ کھڑے ہوئے۔

”ہیلو“..... نمبر ٹونے لبوں پر قدرے مسکراہٹ لاتے ہوئے کہا اور ان دونوں نے بھی جواب میں ہیلو کہا اور پھر نمبر ٹو ایک کری پر بینچ گیا۔ وہ دونوں بھی اس کے سامنے کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ کرسیوں کے درمیان ایک آفس ٹبل موجود تھی۔ اس پر ایک بہت بڑا نقشہ پھیلا ہوا تھا جس پر سرخ اور سیاہ رنگ میں بے شمار نشانات بنے ہوئے تھے۔ نمبر ٹونے نقشے پر جھک گیا۔ چند لمحوں تک وہ بغور نقشے کو دیکھتا رہا۔

”کتنے عرصے میں مکمل ہو جائے گا یہ پروجیکٹ“..... نمبر ون نے ان میں سے ایک سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”باس۔ اس پروجیکٹ کی تخلیل کے لئے کم از کم چودہ دن لگ جائیں گے“..... اس آدمی نے جواب دیا۔

”یہ تو بہت زیادہ عرصہ ہے۔ کمار۔ میں چاہتا ہوں کہ یہ پروجیکٹ جتنی جلدی ہو سکے مکمل ہو جائے“..... نمبر ٹونے اپنے چہرے پر ناگواری کے تاثرات لاتے ہوئے کہا۔

”لیکن پاس یہ پروجیکٹ بہت زیادہ اہم ہے۔ میں نہیں چاہتا

کہ جلدی کی وجہ سے اس کام میں کوئی خامی رہ جائے“..... اس آدمی نے جس کا نام کمار تھا مودبانہ لمحے میں کہا۔

”یہ صحیح ہے مسٹر کمار۔ لیکن آپ کو علم ہے کہ ہم اس وقت کتنی خطرناک پوزیشن میں ہیں۔ کسی بھی لمحے ہمیں ٹریپ کیا جا سکتا ہے پھر ہماری دو سال کی محنت پر مکمل پانی پھر جائے گا۔ پوانت نمبر فورٹین کی تخلیل سے کم از کم ہمیں یہ تو اطمینان ہو جائے گا کہ ہمیں اس معاملے میں ٹریپ کرنے میں کوئی کامیاب نہ ہو سکے گا۔“..... نمبر ٹونے کہا۔

”ٹھیک ہے باس۔ یہ پہلو میرے ذہن میں نہیں آیا تھا اب میں اپنی پوری توجہ اس پروجیکٹ پر لگا دوں گا اور مجھے امید ہے دن رات کام کر کے میں زیادہ سے زیادہ چار پانچ دنوں میں اسے مکمل کر لوں گا“..... کمار نے کہا۔

”اوے“..... نمبر ٹونے مطمئن انداز میں کہا۔

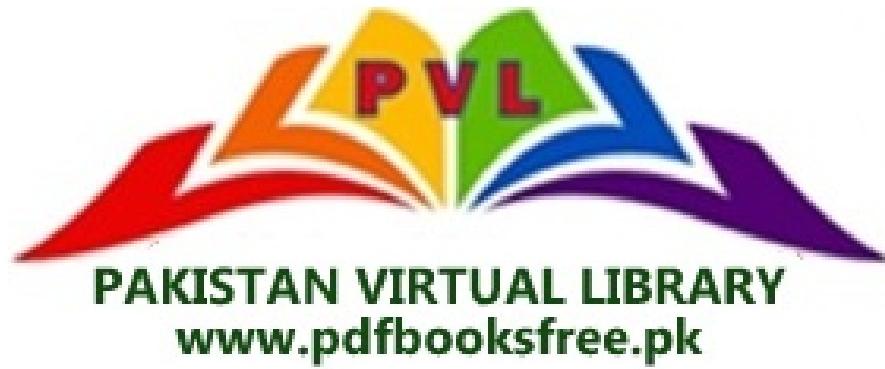
”مسٹر میلکم کتنی باخپر مشینیں اس وقت کام کر رہی ہیں“..... نمبر ٹونے دوسرے نوجوان سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

”باس۔ دس آدمی یہ مشینیں لئے چوتیس گھنٹے جنگل میں موجود رہتے ہیں ویسے تو پچھلے ایک ہفتے سے ممنوعہ علاقہ کے قریب بھی کوئی شکاری نہیں پہنچا“..... دوسرے نوجوان نے جس کا نام میلکم تھا، نمبر ٹو کو نہایت مودبانہ لمحے میں جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ پھر بھی ہوشیار رہیں اور اگر ایسی کوئی بات ہو تو

مجھے ضرور اطلاع دیں۔” نمبر تو نے تھیمنہ لجھے میں کہا۔
”بہت بہتر بس۔“ میلکم نے جواب دیا اور پھر نمبر تو وہاں
سے اٹھا اور کیمین سے باہر نکل آیا۔

ڈریبل پر عمران کا بڑی شدت سے انتظار کیا جا رہا تھا۔ اس
انتظار میں نواب صاحب سے زیادہ ان کی بیٹیاں اور بھانجیاں بے
چین تھیں کیونکہ استقبال کے وقت ہی عمران کی حماقتوں نے ان
کے لئے دلچسپ سامان تفریغ مہیا کر دیا تھا اور اب ان سب نے
مل کر فیصلہ کیا تھا کہ اس احتق آدمی کو اور زیادہ بے وقوف بنایا
جائے۔ ملازم عمران کو بلا نے گیا ہوا تھا چنانچہ تھوڑی دیر بعد عمران
کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے ڈرست کی بجائے سلپنگ سوت
پہننا ہوا تھا۔ عمران کے چہرے پر احتقانہ مسکراہٹ عیاں تھی اور پھر
چہرہ تو تھا ہی حماقتوں کی آماجگاہ۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا میز کی
طرف آیا۔ نواب صاحب نے اسے اپنے سامنے والی کرسی پر بیٹھنے
کا اشارہ کیا۔
عمران کا لباس دیکھ کر ان کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات



عمران مخلف کا یہ رنگ دیکھ کر اور زیادہ جھینپٹ گیا۔ اس کا یہ جھینپنا لڑکیوں کے لئے اور بھی قیامت ہو گیا۔ ہستے ہستے ان کے پیٹ میں بل پڑ رہے تھے۔ اچانک نواب صاحب سخیدہ ہو گئے اور انہوں نے لڑکیوں کو ڈالنٹے ہوئے کہا۔

”آپ کو شرم آنی چاہئے۔ کیا یہی تہذیب ہے جس کا مظاہرہ پڑھ کر رہی ہیں؟..... نواب صاحب نے کہا اور لڑکیوں نے مجبوراً اپنے قہقہوں کا گلا گھونٹ دیا لیکن ان کے چہرے اب بھی سرخ ہو رہے تھے۔

عمران ہر چیز سے بے پرواہ اس طرح کھانے پر ڈالا ہوا تھا جیسے وہ زندگی میں پہلی بار کھانا کھا رہا۔ کھانے کے دوران چھری کا نٹے کا استعمال وہ جس طرح کر رہا تھا وہ مٹھکہ خیز ضرور تھا۔ وہ چھری کو یا میں ہاتھ میں پکڑے ہوئے تھا اور کاشٹا دائیں ہاتھ میں۔ وہ جب چھری سے گوشت کھانے میں ناکام ہو جاتا تو ایک لمحے لئے چور نظروں سے چاروں طرف دیکھتا کہ کہیں کوئی دیکھ نہ رہا ہو اور پھر پھرتی سے کاشٹا رکھ کر ہاتھ سے گوشت کی بوٹی منہ میں رکھ لیتا۔ لڑکیاں سنکھیوں سے یہ تمام ڈرامہ دیکھ رہی تھیں لیکن نواب صاحب کی وجہ سے اپنے آپ پر جر کئے بیٹھی تھیں۔ خدا خدا کر کے کھانا ختم ہوا۔ وہ سب میز سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ عمران نے رومال سے ہاتھ صاف کرنے کی بجائے اپنی شرت کے دامن سے صاف کر لئے۔ نواب صاحب کے چہرے پر یہ بد تمیزی دیکھ کر

اچھرے تھے لیکن انہوں نے اپنے اوپر قابو پالیا۔ عمران کری پر بیٹھ گیا۔ چاروں لڑکیاں اسے بغور دیکھ رہی تھیں۔ عمران نے پہلے چاروں طرف نظریں گھما کر کمرے کو دیکھا پھر جیسے ہی اس کی نظریں ماہ رخ سے مگرا ہیں، وہ شرما کر اپنی جگہ سمت گیا۔ اس کی اداکاری میں اتنی بے ساختگی تھی کہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ یہ سب کچھ اداکاری ہے۔ اسے شرما تا دیکھ کر لڑکیوں کے چہرے ہنسی سے سرخ ہو گئے لیکن نواب صاحب کی وجہ سے وہ کھل کر نہیں ہنس سکتی تھیں۔ ملازموں نے ٹیبل پر کھانا سرو کرنا شروع کر دیا۔

”انفل۔ میرے خیال میں کھانے سے پہلے تعارف ہو جائے تو بہتر ہے۔..... اچانک شلغفت نے کہا۔

اس سے پہلے کہ نواب صاحب جواب دیتے، عمران بول پڑا۔

”محترم۔ میں سمجھا نہیں کیا یہ کسی نئی ڈش کا نام ہے یا کوئی مخصوص درزش ہے جو کھانے سے پہلے ضروری ہے۔..... عمران نے احمقانہ لمحے میں کہا۔

”کیا مطلب؟..... نواب صاحب اور دیگر لڑکیوں کا چہرہ سوالیہ نشان بن گیا۔

”میرا مطلب ہے آپ نے کہا تھا کہ کھانے سے پہلے تعارف۔..... عمران نے شرماتے ہوئے کہا اور لڑکیوں سے اپنے قہقہے ضبط نہ ہو سکے۔ وہ کھلکھلا کر ہنس پڑیں اور نواب صاحب بھی بے ساختہ مسکرا پڑے۔

کہا اور لڑکیوں کی حرمت اور سنجیدگی میں اضافہ ہو گیا۔

”آپ براہ مہربانی وضاحت کریں“..... ماہ رخ نے سنجیدگی سے کہا۔

”مم..... مم..... میرا مطلب ہے میں کیوں برا مانتا۔ برا تو وہ مانتے ہیں جنہیں جان کہا جائے۔ کیا آپ نے یہ مصروف نہیں سن۔ جان کہہ کر پکارا تو برا مان گئے۔

عمران نے شرماتے شرماتے آخر وضاحت کر دی اور لڑکیوں پر جو بُشی کا دورہ پڑا تو رکنے میں نہیں آ رہا تھا۔ عمران انہیں اس بُری طرح بنتا دیکھ کر پہلے تو گھبرا گیا پھر یکخت اس پر گھری سنجیدگی طاری ہو گئی اور وہ برا سامنہ بناتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا۔ لڑکیاں اب بھی بُری طرح نہ رہی تھیں۔ ان کے قہقہوں کی آواز میں کہا۔

کافی دور تک عمران کے کافوں میں آتی رہی۔ وہ شاید خود ان سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ اس نے موقع غنیمت جان کر کمرے سے باہر نکلنے میں پھرتی دکھائی اور وہاں سے سیدھا جوزف کے کمرے میں آیا۔ جوزف کھانا اپنے کمرے میں کھا کر اس وقت شراب کی بوتل منہ سے لگائے ہوئے تھا۔ عمران دروازہ کھول کر اچانک ناراضگی کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

”آپ نے مجھے جان کہہ کر تو نہیں پکارا“..... عمران نے شرماتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب“..... لڑکیاں حرمت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگیں۔ ان کی سمجھ میں عمران کا یہ فقرہ نہیں آیا تھا۔

”مجھے شرم آتی ہے“..... عمران نے شرم سے دوہرا ہوتے ہوئے

انہائی غصہ کے آثار پیدا ہو گئے اور وہ منہ سے تو کچھ نہ بولے البتہ غصے سے پیر پٹکتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گئے۔ اب لڑکیوں کی بن آئی۔ انہوں نے عمران کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ عمران کے چہرے پر پریشانی کے آثار صاف نمایاں تھے۔ اس کی حرکات و سکنات سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی دیہاتی ایڈوانس شہری لڑکیوں کے درمیان پھنس گیا ہو۔

”آپ کا نام کیا ہے“..... اچانک شلغفتہ نے سوال کیا۔

”علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن)“..... عمران نے بڑے وقار اور تمکنت سے جواب دیا۔

”ہم نہیں مانتیں“..... لڑکیوں نے بیک وقت حرمت زدہ انداز میں کہا۔

”نه مانٹے۔ آپ کے نہ مانٹے سے مجھے کون سا بخار ہو جائے گا“..... عمران نے برا سامنہ بناتے ہوئے کہا۔

”کیا آپ برا مان گئے ہیں“..... ماہ رخ نے عمران کی ناراضگی کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

”آپ نے مجھے جان کہہ کر تو نہیں پکارا“..... عمران نے شرماتے ہوئے کہا۔

”کیا مطلب“..... لڑکیاں حرمت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگیں۔ ان کی سمجھ میں عمران کا یہ فقرہ نہیں آیا تھا۔

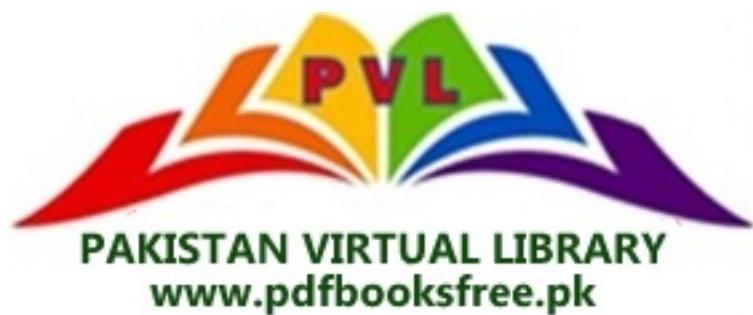
”مجھے شرم آتی ہے“..... عمران نے شرم سے دوہرا ہوتے ہوئے

”باس۔ بڑی اچھی جگہ ہے۔ نواب صاحب نے دس بوتلیں بھجوائی ہیں“..... جوزف نے دانت نکلتے ہوئے کہا۔

او ہمیں رات کو نظر کہاں آئے گا؟..... آخر کار جوزف نے
کہا ہے جھکتے ہوئے کہا۔

”کوئی بات نہیں ہمیں اتو نظر نہیں آئے گا۔ ہم تو اتو کو نظر آ
جائیں گے بس اتنا ہی کافی ہے۔..... عمران نے پلکیں جھپکاتے
ہوئے کہا پھر عمران کپڑے تبدیل کرنے چلا گیا۔ کپڑے تبدیل
کرنے کے بعد وہ نواب صاحب سے ملا اور انہیں ہینڈ گرنیڈ، دو
پیلے اور کارتوس مہیا کرنے کے لئے کہا۔ نواب صاحب نے اس
جگہ جنگل جانے سے انہیں روکا لیکن عمران کے اصرار پر آخر کار
میں کہا۔

”ہوں نے سامان مہیا کرنے کی حاضری۔



”تو اب ان کا کباڑہ کر کر چھوڑے گا۔..... عمران نے برا
منہ بناتے ہوئے کہا۔

”نہیں باس۔ نواب گریٹ ہے۔..... جوزف نے سرگوشی کئے
لنجے میں کہا۔

”کمال ہے۔ پہلے میں گریٹ تھا اب نواب گریٹ ہو گیا ہے
کل کو کوئی تمہیں بارہ بولٹیں دے دے تو وہ گریٹ ہو جائے گا۔
جوزف تم نے ہماری توہین کی ہے۔..... عمران نے انتہائی غصیلے لنجے
میں کہا۔

”باس۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ تم تو گریٹ ہو باس۔ ثم
میرے باپ ہو۔ باس ہو میرے۔..... جوزف نے کہا۔

”بس بس اب زیادہ لکھن نہ لگانا۔ جلدی سے تیار ہو جاؤ ہم
جنگل میں شکار کھلیں گے۔..... عمران نے آنکھیں گھماتے ہوئے
کہا۔

”شکار اور اس وقت یعنی رات کو۔ باس کیا تم نے بھی بول لی
لی ہے۔..... جوزف نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

”ابے اتو کا شکار رات کو نہیں کیا جاتا تو کیا دن میں کیا جاتا
ہے۔..... عمران نے منہ بناتے ہوئے اسے اپنے شکار کی پوری
تفصیل بتائی اور جوزف اپنی آنکھیں یوں جھکنے لگا جیسے وہ خود اتو ہو
اور عمران اس کے شکار پر جا رہا ہو۔

”تمہاری مرضی ہے باس میں تیار ہوں۔ لیکن ایک بات ہے۔

از ایلا واقعی خوبصورت جسم کی مالک تھی۔

کبھی کبھار ہی کوئی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ازا بیلا واقعی انتہائی مہارت سے ناج رہی تھی۔ اس کا جسم بل کھا رہا تھا اور روں روں تھرک رہا تھا۔

نوشینہ کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات ابھرے اور اس نے منہ پھیر لیا لیکن منہ پھیرتے ہی چونک پڑی۔ اس کے چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا۔ کیونکہ سامنے بیٹھے ہوئے نوجوان مارٹن کے ہاتھ میں ایک خوفناک روپ اور تھا جس کا دھانہ ہی اسے نظر آ رہا تھا۔ باقی روپ اور پر اس نے روپاں لپیٹ رکھا تھا۔

”مس نوشینہ۔ خاموشی سے اٹھ کر یہاں سے باہر نکل چلیئے ورنہ۔۔۔۔۔ مارٹن کا لمحہ انتہائی تلخ تھا۔ نوشینہ نے ایک لمحے کے لئے کچھ سوچا۔

”اگر میں تھے جاؤں تو۔۔۔۔۔ نوشینہ نے کہا۔ ”تو میں تمہیں گولی مار دوں گا۔۔۔۔۔ مارٹن نے تلخ لمحے میں کہا لیکن اس کی آواز اتنی آہستہ تھی کہ صرف نوشینہ تک ہی پہنچ سکی تھی۔ دوسرے لمحے نوشینہ کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی پھر اس نے میز پر اسٹیچ پر مرکوز ہو گئیں۔ چند لمحوں میں حسین و جمیل ازا بیلا اسٹیچ پر رقص سے پس اٹھایا اور تیز تیز قدم اٹھاتی ہوئی ہال سے باہر آ گئی۔ اس کے پیچھے مارٹن بھی تھا۔

کلب کی روپیں اپنے پورے عروج پر تھیں۔ تھری کراس کلب ریاست پریم گنگر کا سب سے عالی شان، ماڈرن اور مہنگا کلب تھا۔ یہ اپنے عریاں رقص، بہترین سجاوٹ اور نیم عریاں دیپرسوں کے لئے پورے ملک میں دور دور تک مشہور تھا۔ جو سیاح بھی پریم گنگر آتا وہ ضرور اس کلب میں حاضری دیتا۔ سیاحوں کا کہنا تھا کہ اس کلب میں جائے بغیر پریم گنگر کی سیر مکمل نہیں ہوتی۔ آج کلب کے ڈائیننگ ہال میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔ ہال میں تمام بتیاں گل ہو گئیں اور اسٹیچ کی دودھیا روشنی برقرار رہی۔ تمام لوگوں کی نظریں اسٹیچ پر مرکوز ہو گئیں۔ چند لمحوں میں حسین و جمیل ازا بیلا اسٹیچ پر رقص کرنے کے لئے موجود تھی۔ سب لوگ ازا بیلا کا رقص اٹھاک سے دیکھتے تھے۔ نوشینہ بھی ازا بیلا کا رقص دیکھنے لگی جو اس انتہائی مختصر لباس میں تھی۔ دودھیا روشنی میں اس کا عریاں جسم چمک رہا تھا۔

سے کہا اور جوزف ایک چھلانگ لگا کر جیپ سے نیچے آ گیا پھر وہ دنوں ہاتھوں میں رائقیں پکڑے آگے بڑھتے چلے گئے۔

”باس۔ مجھے تو کوئی آلو نظر نہیں آ رہا۔“..... جوزف نے چاروں طرف بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

”مجھے تو کافی دری سے نظر آ رہا ہے۔“..... عمران نے چلتے چلتے کہا۔

”کہاں باس۔“..... جوزف نے حیرت سے پوچھا۔

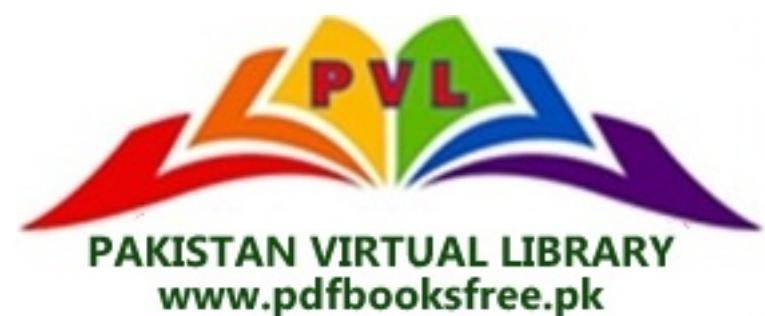
”یہ جو میرے ساتھ رائفل پکڑے آ رہا ہے۔“..... عمران نے جوزف کی طرف اشارہ کیا۔

”ہی..... ہی۔ باس اگر میں اتو ہوں تو تم اتو کے باس ہو۔ یعنی گریٹ اتو۔“..... جوزف نے ہستے ہوئے کہا تو عمران جھینپ گیا۔ جنگل کی فضائے جوزف کا دماغ روشن کر دیا تھا۔ اچانک چلتے چلتے جوزف ٹھک کر رک گیا۔ عمران بھی اسے رکتا ہوا دیکھ کر تھہر گیا۔ جوزف بار بار ناک سکیز کر سونگھ رہا تھا جیسے کسی کی خوبیوں سونگھ رہا ہو۔

”باس۔ مجھے خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔“..... جوزف نے ناک سکیزتے ہوئے کہا۔

”کیسا خطرہ۔“..... عمران نے پوچھا۔

”باس۔ ہمارے نزدیک کچھ اور انسان بھی موجود ہیں۔“..... جوزف نے کہا۔



عمران کی جیپ جیسے ہی گھنے جنگل میں داخل ہوئی، جوزف کے منہ سے سرت بھری قلقاری لکلی۔ جنگل کی مخصوص خوبیوں نے اس کے جسم میں خوشی کی لہر دوڑا دی تھی۔ رات کے وقت جنگل بڑا بھیانک معلوم ہو رہا تھا۔ عمران نے جیپ کی ہیڈ لائٹس بجھا رکھی تھی۔ مختلف درندوں کی دھاڑیں وقتاً فوقتاً ان کے کانوں میں گوچتیں لیکن عمران ان سب سے بے پرواہ بڑی مہارت سے جیپ ڈرائیو کر رہا تھا۔ جیپ تیزی سے مختلف درختوں کے درمیان سے ہوتی ہوئی آگے بڑھی چلی جا رہی تھی۔ کبھی کبھی کوئی درندہ جیپ کے آگے سے نکل جاتا۔ جیپ جنگل کے شمال حصے کی طرف جا رہی تھی۔ کافی دور جا کر عمران نے جیپ ایک گھنے درخت کے نیچے روک دی۔

”نیچے اترو۔“..... عمران نے جیپ سے اترتے ہوئے جوزف

”انسان اور اس وقت۔ بہوتوں غیرہ ہوں گے“..... عمران نے کہا۔

الفاظ میں عمران سے کہا۔
 ”تم کروٹیں لیتے ہوئے ساتھ دالے کسی درخت کے پیچھے چھپ جاؤ“..... عمران نے سرد آواز میں کہا اور جوزف کروٹیں لیتا ہوا اندر ہرے میں غائب ہو گیا۔ عمران دم سادھے رانفل کا ندھے سے لگائے درخت کے تنے کے ساتھ پڑا تھا۔ شیر نے دوسری دھاڑ ماری اس کی دوسری دھاڑ سے عمران کے کان گونج اٹھے۔ شیر بالکل قریب آپکا تھا۔ عمران رانفل کے ٹریگر پر انگلی رکھے چھتی کی سی نظروں سے چاروں طرف رکھ رہا تھا۔ دیسے اس کا زیادہ دھیان اس طرف تھا۔ دوسرے لمحے اس کے ذہن میں شیر سے بچتے کی ایک اور ترکیب آئی۔ اس نے اٹھ کر درخت پر چڑھنا چاہا لیکن پھر وہ دوبارہ نیچے گر گیا کیونکہ درخت پر ایک بہت بڑا سانپ لٹکا ہوا تھا۔ سانپ کا منہ اس کے سر سے تقریباً پانچ فٹ اور پر تھا اور اس کی سرخ چمکتی ہوئی آنکھیں عمران پر گڑی ہوئی تھیں۔ عمران چاروں طرف سے گھر چکا تھا۔ درخت پر سانپ عمران کی تاک لگائے ہوئے تھا۔ باکیں طرف شیر گھات میں تھا اور باقی سانپوں پر انجانے دشمن تھے۔ عمران کو اپنے اعصاب میں کشیدگی محسوس ہوئی لیکن پھر وہ اپنی بے پناہ قوت ارادی کے بل پر پسکون ہوتا چلا گیا کیونکہ اسے اچھی طرح علم تھا کہ اگر وہ ذرا بھی نرس ہوا تو مارا جائے گا۔ دوسرے لمحے اسے سامنے والی جھاڑیوں سے دوسری بلب چمکتے ہوئے نظر آئے وہ سمجھ گیا کہ یہ شیر ہے۔ اس نے پھر

اچانک ایک تیز زنائے کی آواز فضا میں گونج اٹھی۔ عمران نے تیزی سے جوزف کو دھکا دے کر نیچے گرا دیا اور جوزف کے ساتھ خود بھی نیچے جا گرا کوئی چیز زنائے دار آواز پیدا کرتی ہوئی جوزف اور عمران کے درمیان ہے گزر گئی۔ جوزف نے زمین پر گرتے ہی پھرتی سے کروٹ بدلت کر رانفل کو کاندھے سے لگایا اور ٹریگر دبا دیا۔ دوسرے لمحے جنگل ایک زور دار انسانی چیز سے گونج اٹھا۔ پھر ایک انسانی جسم سائیڈ دالے گھنے درخت سے نیچے زمین پر گرا اس کے ہاتھ سے ایک پستول نما آہل بھی گرا تھا۔

”جوزف کروٹیں لے کر یہاں سے ہٹ جاؤ دوسرا دار ہو گا“..... عمران نے دلبی آواز میں کہا اور پھر عمران اور جوزف تیزی سے زمین پر کروٹیں لینے لگے پھر فضا میں دو تین بار تیز زنائے کی آوازیں گونجیں۔ عمران اور جوزف متواتر کروٹیں بدلتے تھے۔ پھر اچانک عمران کی رانفل سے ایک شعلہ لٹکا اور دوسرے لمحے۔ ایک اور انسانی جسم ایک درخت سے نیچے آگرا پھر وہاں خاموشی چھا گئی۔ عمران اور جوزف ایک درخت کے تنے کے ساتھ لگئے پڑے تھے لیکن خاموشی جلد ہی دھاڑ میں تبدیل ہو گئی۔ یہ شیر کی آواز تھی جو شکار کی بو پا کر قریب آگیا۔

”خطرہ۔ باس شیر حملہ کرنے والا ہے“..... جوزف نے دبے

سے رائل کندھے سے لگائی اور ان نبیوں کے درمیان نشانہ لینے لگا
دوسرے لمحے وہ ٹریگر دبا چکا تھا۔ اوہراہی لمحے شیر نے اس پر
جست لگا دی۔ رائل خس ہو کر رہ گئی۔ وہ جام ہو چکی تھی۔ عمران
موت کے منہ میں پہنچ چکا تھا لیکن اس نے انتہائی تیزی سے
قلابازی کھائی اور شیر میں اسی جگہ پر آگرا جہاں ایک سینٹ پہلے وہ
موجود تھا۔ صورت حال کو قابو سے باہر دیکھتے ہوئے وہ رائل پھینک کر
انہ کھڑا ہوا۔ شیر جیسے ہی زمین پر گرا، اپنے شکار کو وہاں نہ پا کر وہ
تیزی سے گھوم گیا۔ اب شیر اور عمران ایک دوسرے کے سامنے¹
تھے۔ عمران نے بیٹ سے لگا ہوا ایک تیز دھار خنجر لکال کر باعث
ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا اور اب وہ شیر کے ساتھ دو بدواری کے لئے²
تیار تھا۔ شیر چند لمحوں تک اسے دیکھتا رہا پھر اس کی پچھلی ٹانگیں
زمین پر لگیں اور وہ یکدم تیزی سے چاروں طرف چکر کھانے لگا۔
دوسرے لمحے شیر نے دوبارہ عمران پر جست لگا دی۔ عمران پھرتی
سے ایک طرف ہٹ گیا۔ اس کے ہٹنے کا انداز ایسا تھا جیسے برق
لہرائی ہو۔ شیر جیسے ہی وہاں آگرا، عمران نے جست لگائی اور
دوسرے لمحے وہ شیر کی پیٹھ پر سوار تھا۔ اس نے دونوں ٹانگوں سے
شیر کے پیٹ کے گرد قیچی ڈال دی اور دایاں ہاتھ شیر کی گردن کے
گرد لپیٹ دیا۔ باعث میں پکڑا ہوا خنجر کچھ کی آواز سے شیر
کے پہلو میں گھس گیا۔

شیر بھی انک آواز میں دھاڑا۔ یہ سب کچھ ایک لمحے کے اندر ہو

گیا تھا۔ شیر نے اپنے جسم کو زور دار جھٹکا دیا تاکہ عمران کو گرا سکے
لیکن عمران اس کی پیٹھ سے جونک کی طرح چھٹ گیا۔ شیر بوکھلا
گیا۔ اسے اس قسم کے شکار سے کبھی پالا نہیں پڑا تھا چنانچہ گھبراہٹ
میں وہ زمین پر گر پڑا۔ اس نے شاید حیوانی جیلت کے تحت اپنے
آپ کو گرایا ہو گا کہ عمران اس کے نیچے آ کر پس جائے۔ شیر کی یہ
چال وقت طور پر کامیاب رہی کیونکہ عمران بھی اس کے ساتھ ہی
زمین پر آگرا۔ اس کی دائیں ٹانگ شیر کے جسم کے نیچے آگئی اور
ٹانگ پر اسے اتنا بوجھ محسوس ہو رہا تھا جیسے کوہ ہمالیہ اس کی ٹانگ پر
آگرا ہو لیکن وہ مجنونانہ انداز میں لگا تار خنجر مارتا رہا۔ شیر کے جسم
سے خون کے فوارے پھوٹنے لگے۔ دوسرے لمحے شیر گھوم گیا۔ اب
عمران اس کے سامنے پڑا تھا۔ اس کی ٹانگ مفلونج ہو چکی تھی۔ شیر
زخمی ہونے کے بعد اور بھی زیادہ غضبناک ہو گیا تھا اور عمران کو بھی
محسوس ہو گیا تھا کہ چند لمحے بعد شیر کا ایک ہی تھپڑا اس کی گردن
توڑ دے گا۔ مفلونج ٹانگ کی وجہ سے وہ کروٹ بھی نہیں لے سکتا
تھا۔ پھر شیر کا پنجہ زمین سے اٹھا اسی لمحے عمران کی آنکھوں کے آگے
سرخ جھنڈی لہرائی اور عمران کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے جسم میں
شیطانی روح حلول کر گئی ہو۔ اب عمران بھی درندہ بن چکا تھا۔

عمران کے ہاتھ سے خنجر پہلے ہی گر چکا تھا۔ عمران کے حلق سے
ایک زور دار آواز نکلی اور پھر اس سے پہلے کہ شیر کا زور دار تھپڑا اس
کے جسم پر پڑتا، عمران بھلی کی طرح تڑپا اور دوسرے لمحے وہ شیر سے

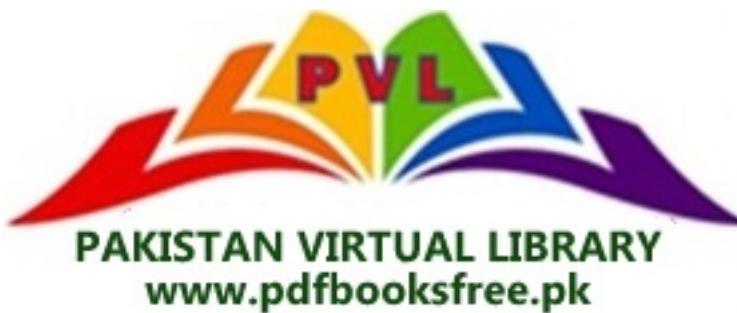
پٹ چکا تھا۔ عمران کے ہاتھوں میں شیر کی ایک اگلی اور ایک پچھلی ٹانگ آگئی اور پھر شیر ایک زور دار دھماڑ مارتا ہوا فضا میں بلند ہو گیا۔ عمران نے شیر کو دونوں ہاتھوں کے زور سے اٹھا لیا تھا۔ انسانی طاقت اور قوت کی انتہا تھی۔ دوسرے لمحے عمران نے شیر کو ایک جھکولا دیا اور وہ سامنے والے درخت سے ٹکرایا۔ شیر کا سر زور دار آواز سے درخت کے تنے سے ٹکرایا۔ عمران اپنی پوری قوت لگا چکا تھا اس لئے رعمل کے طور پر اس کی آنکھوں کے آگے اندر ہمرا سا چھانے لگا اور پھر وہ فضا میں ہاتھ مارتا ہوا لہرا کر زمین پر آگرا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ شیر اب تکلیف کی وجہ سے مسلسل دھماڑیں مار رہا تھا۔ وہ درخت سے ٹکرانے کے بعد ایک دفعہ پھر اپنے پیروں پر کھڑا ہوا لیکن اس سے پہلے کہ وہ عمران پر جست کرتا، فائر کی آواز جنگل گونج اٹھا۔ گولی شیر کا دماغ چھاڑتی ہوئی گزر گئی اور شیر لہرا کر دیں گر گیا۔ وہ چند لمحے تڑپنے کے بعد ختم ہو گیا۔ عمران اور شیر ایک دوسرے سے پانچ فٹ کے فاصلے پر پڑے تھے۔ عمران بے ہوش پڑا تھا۔ شیر مر چکا تھا۔ یہ گولی جوزف کی رائفل سے نکلی تھی جو وہاں سے میں فٹ دور ایک درخت کے تنے کے پچھے موجود تھا۔ جوزف نے اس سے پہلے بھی شیر پر گولی چلانے کی کوشش کی تھی لیکن وہ بار بار رک گیا تھا کیونکہ عمران اور شیر ایک دوسرے سے اس انداز میں لپٹے ہوئے تھے کہ اسے خطرہ تھا کہ کہیں گولی عمران کو نہ لگ جائے۔ اب جیسے ہی شیر عمران سے دور

ہوا تو اس نے فائر کر دیا۔ گولی ٹھیک نشانے پر لگی اور شیر جو پہلے ہی جوزف، عمران کی طرف بھاگنے ہی لگا تھا کہ اچانک ٹھنک کر رک گیا کیونکہ ایک رائفل کی نال اس کی پشت پر لگ چکی تھی۔

”چپ چاپ رائفل پھینک وو“..... اندر ہمرا سے اپنی پشت سے ایک سرد آواز سنائی دی۔ اس نے ایک نظر دائیں باہمیں دیکھا۔ تین انسانی سائے رائفلوں کا رخ اس کی طرف کے کھڑے تھے۔ نجا نے اچانک یہ کہاں سے آٹپکے تھے۔ جوزف نے رائفل پھینک دی۔

”بانیں طرف مڑ کر چلو“..... وہی سرد آواز دوبارہ گونجی اور جوزف ایک نظر بے ہوش عمران پر ڈال کر بائیں طرف مڑ گیا۔ تھوڑی دیر بعد عمران ہوش میں آگیا۔ اس نے آنکھیں کھولیں لیکن ہر طرف اندر ہمرا چھایا ہوا تھا۔ ایک لمحے تک وہ بے خیالی کی حالت میں رہا پھر اس کی نظروں کے سامنے پچھلا منظر گھوم گیا۔

دوسرے لمحے وہ مکمل طور پر ہوش میں آ چکا تھا۔ وہ پھرتی سے اٹھا لیکن لڑکھڑا گیا۔ اس کی دائیں ٹانگ میں شدید درد ہو رہا تھا لیکن وہ سنبھل گیا پھر آہستہ آہستہ چلتا ہوا شیر کی لاش کی طرف بڑھا۔ شیر کی لاش کے قریب وہ ایک لمحے کے لئے رکا۔ اس نے ہپ پاکٹ سے ایک پنسل نارچ نکالی اور نارچ کی روشنی میں اس نے دیکھا کہ شیر کے جسم پر خجر سے بائیں نشان تھے لیکن شیر کی



وہ مجھوں صورت نوجوان جس نے نوشیہ کو اپنا نام مرزا اشfaq احمد بتایا تھا، تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا کلب کے مین گیٹ سے باہر نکل آیا۔ اب اس کا رخ پارکنگ شیڈ کی طرف تھا۔ پارکنگ کے شیڈ میں ایک موڑ سائیکل موجود تھا اس نے موڑ سائیکل اشارت کیا اور گولی کی رفتار سے اس کا موڑ سائیکل سڑک پر آگیا۔ رات کا وقت تھا۔ سڑک پر ٹریفک نہ ہونے کے برابر تھی۔ وہ موڑ سائیکل کی رفتار بڑھاتا چلا گیا۔

اس کا رخ شہر کی وسطی آبادی کی تھا۔ یہ آبادی درمیانے درجے کے مکانات پر مشتمل تھی۔ اچانک ایک موڑ ہونے پر اسے تعاقب کا احساس ہوا اس نے موڑ سائیکل کے بیک مرر میں اسپورٹ کار کا چیوال دیکھا۔ وہ کافی درجے سے اس کار کو اپنے پیچھے دیکھ رہا تھا لیکن پہلے اس نے خیال نہیں کیا تھا لیکن اب اسے احساس ہوا کہ یہ کار

موت اس گولی کی وجہ سے ہوئی تھی جو اس کے دماغ میں گھس گئی تھی۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ کار نامہ جوزف کا ہو گام جوزف کا خیال آتے ہی اس نے حیرت سے چاروں طرف دیکھا لیکن جوزف اسے کہیں نظر نہ آیا۔ اس نے دو تین آوازیں بھی دیں لیکن جوزف غائب تھا۔ اوہر ادھر دیکھنے کے بعد اسے یقین ہو گیا کہ جوزف غائب ہو چکا ہے۔ اس نے پھر ٹارچ کی مدد سے اوہر ادھر ان لاٹوں کو تلاش کیا جو جوزف اور اس کی گولیوں سے درختوں سے گرے تھے لیکن وہاں کسی چیز کا کوئی نشان نہیں تھا، نہ ہی لاٹوں تھیں اور نہ ہی کوئی ہتھیار۔ ناچار وہ واپس اپنی جیپ کی طرف مڑا۔ اس کی رانفل بھی غائب تھی۔ وہ آہستہ آہستہ چلتا رہا پھر تھوڑی دیر بعد وہ اپنی جیپ تک پہنچ گیا۔ اس نے ایک نظر جیپ کے اندر ڈالی اور سٹرینگ سنپھال لیا۔ جیپ مڑی اور پھر تیزی سے بھیانک جنگل میں بھاگنے لگی۔

تعاقب میں ہے چنانچہ اس نے موڑ سائکل تیزی سے ایک اور سرک کی طرف موڑ دیا لیکن خلاف موقع کار سیدھی گزرتی چلی گئی۔ مرزا نے اطمینان کا سانس لیا اور پھر مختلف سڑکوں پر سے گھومتا ہوا وہ وحدت کالونی کے ایک مکان کے سامنے جا کر رک گیا۔ اس نے جیب سے چاپیاں نکالیں اور تالا کھول کر دروازے کو دھکیلا اور پھر موڑ سائکل کو بھی وہ مکان کے اندر لے گیا۔ اس نے موڑ سائکل شینڈ کرنے کے بعد دروازہ بند کیا اور پھر مکان کا صحن پار کر کے اندر والے کمرے میں آیا۔

اس کمرے میں بھی معمولی ساز و سامان تھا۔ کمرے کے ایک طرف پلنگ بچھا ہوا تھا۔ پلنگ کے ساتھ ایک چھوٹی سی میز اور اس کے ارد گرد تین کرسیاں تھیں۔ مرزا سیدھا سامنے والی الماری کی طرف بڑھا۔ اس نے الماری کھولی اور الماری میں رکھا ہوا ستا سا بے بی کیمرہ اٹھایا اور اسے لا کر میز پر رکھ دیا۔ پھر اس نے جیب سے کاغذ کی ایک گولی نکالی اسے کھول کر ایک دفعہ پھر پڑھنے لگا۔ اس پر چار ہندسوں کا ایک نمبر درج تھا۔

اس نے کیمرے کی پشت پر لگا ہوا بٹن دبایا۔ کیمرہ دو حصوں میں منقسم ہو گیا۔ ایک حصے میں تو کیمرے کے لینز وغیرہ فٹ تھے۔ دوسرا حصہ دیسے بند ہی تھا۔ اس نے کونٹے میں لگا ہوا ایک چھوٹا کلپ کھینچا تو وہ حصہ بھی کھل گیا۔ اس کے اندر انتہائی باریک لیکن نیس ترین مشینی فٹ تھی۔

اس نے مشینری کا ایک چھوٹا سا لیور گھمانا شروع کر دیا اور پھر سامنے لگے ہوئے ایک چھوٹے سے ڈائل میں سوئی حرکت کرنے لگی۔ اس نے کاغذ پر لکھے ہوئے نمبر کو ایک بار پھر پڑھا اور پھر سوئی گھما کر اسی نمبر پر سیٹ کر دی۔ نمبر سیٹ کرنے کے بعد اس نے ساتھ گئے ہوئے ایک چھوٹے سے سرخ رنگ کے بٹن کو دبایا۔ مشین میں سے ہلکی بلکی زوں زوں کی آوازیں آنے لگیں۔ ایک لمحے بعد زوں زوں کی آوازیں آنی بند ہو گئیں اس نے آہستہ سے منہناتی ہوئی آواز میں کہا۔

”شیطان اسپیلنگ۔“

”نمبر ثو اسپیلنگ۔“..... دوسری طرف سے آواز سنائی دی۔

”کوؤ۔“..... مرزا نے کہا۔

”وس کروڑ میں دو شیطان،“..... دوسری طرف سے وہی آواز آئی۔

”او کے۔ نمبر ٹو مشن کی کیا پوزیشن ہے؟“..... مرزا نے کہا۔

”کام بڑی تیزی سے ہو رہا ہے باس،“..... نمبر ثو نے کہا۔

”پوائنٹ فور ٹین مکمل ہو گیا ہے،“..... مرزا نے کہا۔

”لیں باس۔ آج وہ مکمل ہو گیا ہے،“..... نمبر ثو نے کہا۔

”کل میں معافی کے لئے آؤں گا۔ پوائنٹ زیر و پر مجھے ملتا۔

بارہ بجے کے بعد۔“..... مرزا نے کہا۔

”او کے سر۔ میں وہاں موجود ہوں گا،“..... نمبر ثو نے کہا۔

”او کے۔ اور اینڈ آل“..... مرزا نے سرخ رنگ کا بٹن دھاتے ہوئے کہا اور پھر اس نے دوبارہ کلب کھینچا۔ پھر اس نے کیمرے کے دونوں حصوں کو جوڑ کر رکھ دیا۔ اب وہ ستا سا کمیرہ تھا جسے دیکھ کر کوئی بھی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ اس سے کیمرے میں جدید اور فون ٹائپ ٹرانسیور فٹ ہو گا۔ کیمرے کو اٹھا کر اس نے دوبارہ الماری میں رکھ دیا اور پھر الماری سے ایک کتاب اٹھا کر کری پر آبیٹھا۔

ابھی اسے کتاب پڑھتے تھوڑی ہی دیر ہوئی ہو گی کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ مرزا نے چونک کہ کتاب میز پر رکھ دی۔ کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر ایک نظر ڈالی اور پھر اٹھ کر دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ اس نے دروازہ کھول دیا۔ باہر ایک طویل القامت لیکن دبلا پتلانوجوان کھڑا تھا۔

”آئیے مسٹر طالب“..... مرزا نے واپس مرتے ہوئے کہا اور وہ نوجوان اندر داخل ہو گیا۔ اس نے مڑ کر دروازہ بند کیا اور پھر ایک دوسرے کے پیچھے کرے میں آگئے۔

”تشریف رکھیئے“..... مرزا نے ایک کری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اور طالب کری پر خاموشی سے بیٹھ گیا۔ ایک لمحے تک وہ بغور ایک دوسرے کو دیکھتے رہے۔

”شیطان“..... طالب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”وں کروڑ میں دو شیطان“..... طالب کے چہرے پر اطمینان

”معاف کرنا مجھے شک گزرا تھا۔ اس لئے میں نے اطمینان ضروری سمجھا“..... طالب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے میں اپنے سامنے سے بھی ہوشیار رہنا چاہئے“۔
مرزا نے کہا۔

”مشن کہاں تک مکمل ہوا ہے“..... طالب نے مرزا سے پوچھا۔

”ابھی تو میں فیصلہ مکمل ہوا ہے۔ پوائنٹ فور نہیں تو آج مکمل ہو گیا ہے“..... مرزا نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ہوں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کام خاصی تیز رفتاری سے ہو رہا ہے“..... طالب نے ہلکی سی مسکراہٹ سے کہا۔

”مسٹر طالب کیا آپ مجھ پر ظفر کر رہے ہیں۔ یہ مت بھولنے کہ ہم دونوں ایک ہی جیسے اختیارات کے حامل ہیں اور ہم دونوں علیحدہ علیحدہ مشن پر کام کرنے کے لئے یہاں آئے ہیں“..... مرزا نے انتہائی خشک لمحے میں کہا۔

”اوہ۔ نو۔ مرزا آپ خواتوہ غلط فہمی میں بدلنا ہو رہے ہیں۔ میرا مقصد درحقیقت تعریف ہی تھا ظفر نہیں“..... طالب نے ہنستے ہوئے کہا۔

”تب ٹھیک ہے۔ میں سمجھا کہ آپ ظفر کر رہے ہیں“..... مرزا نے بھی ہنسی میں شریک ہوتے ہوئے کہا۔

”آج ہوٹل میں جو لوگ آپ کی میر پر آ کر بیٹھی تھی اسے
میرے آدمیوں نے گرفتار کر لیا ہے۔“..... طالب نے کہا۔ یہ سن کر
مرزا اپنی جگہ سے اچھل پڑا۔
”نوشیدہ کو آپ کے آدمیوں نے گرفتار کر لیا ہے۔ کیوں؟“ - مرزا
کا لہجہ واقعی حیرت سے بھر پور تھا۔

” وجہ یہ ہے کہ آپ جیسے ہی میر سے اٹھے۔ اس نے ایک
محضوص اشارہ کیا اور آپ کے پیچھے ہی ایک یورپین نژاد نوجوان بھی
اٹھ کر ہال سے باہر نکل گیا۔ میں اپنے دو تین آدمیوں سمیت وہاں
موجود تھا۔ اتفاق سے میری نظر نوشیدہ کے اشارے پر پڑ گئی۔ میں
نے مارٹن کو نوشیدہ کی گرفتاری کے لئے کہا اور خود اٹھ کر ہال سے
باہر نکل آیا تاکہ اس یورپین نژاد نوجوان کی حرکات کو چیک کروں۔
نوجوان نے کار کے ذریعے آپ کی موڑ سائکل کا تعاقب کیا۔ میں
بھی اپنی کار میں اس کے پیچھے تھا شاید اسے میرے تعاقب کا شک
ہو گیا تھا اس لئے جیسے ہی آپ پرنسپن چوک سے واٹیں طرف
مڑے وہ سیدھا چلا گیا۔ میں نے اس کا پیچھا کیا لیکن ایک گلی کے
ذریعے وہ مجھے ڈاچ دینے میں کامیاب ہو گیا۔“..... طالب نے
پوری تفصیل سے مرزا کو آگاہ کیا۔

” یہ تو بہت بڑی خبر سنائی ہے تم نے لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا
کہ نوشیدہ نے ایسی حرکت کیوں کی اور پھر وہ پورپین نژاد نوجوان
کس پارٹی سے تعلق رکھتا ہے۔ کیا کوئی غیر ملکی پارٹی بھی ہمارے

مقابلے پر آگئی ہے۔“..... مرزا کے چہرے پر الجھنیں ہی الجھنیں
بکھری ہوئی تھیں۔

”میرے خیال میں آپ میر ساتھ چلیں تاکہ آپ کے
سامنے ہی نوشیدہ سے یہ راز اگلوایا جائے۔“..... طالب نے تجویز
پیش کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ یہ ٹھیک ہے۔ اب نوشیدہ ہی اس معہ کو حل کر سکتی
ہے۔“..... مرزا نے اٹھتے ہوئے کہا اور طالب بھی کری سے اٹھ کھڑا
ہوا۔

”میں کپڑے تبدیل کر آؤں۔“..... مرزا نے ایک اور کمرے کی
طرف جاتے ہوئے کہا اور طالب دوبارہ کری پر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر
بعد مرزا کمرے میں داخل ہوا تو اس کے جسم پر سوت تھا جو کافی
قیمتی تھا۔ شیو بھی کی ہوئی تھی۔

”تم تو کار میں آئے ہو گے اسے کھاں پارک کیا ہے۔“..... مرزا
نے طالب سے پوچھا۔

”میں نے اس کا لوٹی میں کار لے کر آنا مناسب نہیں سمجھا اس
لئے اسے ساتھ دالے بازار میں کھڑا کر دیا تھا۔“..... طالب نے
کمرے سے صحن میں آتے ہوئے کہا۔

”لیکن اب ہم کار میں نہیں جائیں گے۔ لیکن کر لیں گے
کیونکہ ہو سکتا ہے دوسری پارٹی تمہاری گاڑی پہچان چکی ہو اور اب
اس کی گلگرانی کر رہی ہو۔“..... مرزا نے مکان کے بیرونی دروازے کو

تالا لگاتے ہوئے کہا۔
”ہاں۔ یہ صحیک ہے۔ میں کسی کو بھیج کر کار منگوالوں گا۔“
طالب نے کہا اور پھر وہ دونوں پیدل بازار جانے والی سڑک پر
چلنے لگے۔

جوزف کو وہ تینوں لئے ہوئے جنگل کے انتہائی شمال کی طرف
پڑھتے گئے۔ کافی دور جا کر انہوں نے جوزف کو روک دیا۔
”اس کی آنکھوں پر پٹی باندھو۔“..... ان میں سے ایک نے جو
باقی دو کا لیڈر معلوم ہوتا تھا، حکم دیا اور ایک نے جیب سے سیاہ
رنگ کی پٹی لکال کر جوزف کی آنکھوں پر باندھ دی۔ رائفل کی نال
پرستور جوزف کی پشت سے گلی ہوئی تھی۔ اب دو آدمیوں نے اسے
بازوؤں سے پکڑ لیا تھا۔ تھوڑی دیر بعد جوزف کو سیرھیاں اترنے کا
حکم دیا گیا تو جوزف حیران ہوا کہ جنگل میں سیرھیاں کہاں سے آ
گئیں۔ بہر حال وہ سیرھیاں اترتا چلا گیا۔ پھر سپاٹ زمین آگئی۔
”رک جاؤ۔“..... جوزف کو ایک بار پھر رکنے کا حکم ملا اور
جوزف رک گیا۔ اس کی آنکھوں سے بیٹی اتنا ری گئی۔ وہاں تیز روشنی
تھی اس لئے جوزف کی آنکھیں جھپک گئیں۔ اندر ہیرے سے یکدم

روشنی میں آ جانے سے چند لمحے تک تو وہ آنکھیں پوری طرح کھولنے سکا پھر جب اس کی آنکھیں روشنی سے ہاؤس ہو گئیں تو اس نے دیکھا کہ وہ ایک چھوٹے سے کمرے میں ہے۔ اس کے سامنے ایک نقاب پوش موجود تھا۔

اس کے اردوگرد وہی تین آدمی ہاتھوں میں رائفلیں لئے کھڑے تھے۔ ان تینوں کے چہرے بھی نقابوں میں چھپے ہوئے تھے۔

”یہ ہے کون اور اسے یہاں کس لئے لائے ہو“..... نقاب پوش نے غراہٹ آمیز لمحے میں کہا۔

”باس۔ یہ دونئے شکاری تھوڑی دیر پہلے ڈینجبر زون میں داخل ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک پر شیر شنے حملہ کر دیا۔ وہ مارا گیا دوسرا یہ چھپ گیا تھا“..... ان نقاب پوشوں میں سے ایک نے انتہائی موڑ باندہ انداز میں کہا۔

”ڈینجبر زون میں شکار اور اس وقت“..... باس نے انتہائی حیرت سے کہا۔

”یہی تو عجیب بات ہے باس“..... نقاب پوش نے کہا۔
”کیا ان پر باہپر مشین نہیں آزمائی گئی تھی“..... باس نے پوچھا۔

”باہپر مشین سے ان پر پانچ دار کئے گئے تھے لیکن یہ دونوں انتہا سے زیادہ پھر تیلے نکلے۔ باہپر مشین ان کا کچھ نہ بگاڑ سکی الا ہمارے دو آدمی انہوں نے مار گئے“..... نقاب پوش نے جواب

”اوہ۔ تو اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ یہ شکاری نہیں بلکہ کچھ اور ہیں“..... باس نے غراہٹ بھرتے لمحے میں کہا۔

”جی ہاں باس۔ اس لئے میں نے اسے زندہ گرفتار کر کے لے آنا مناسب سمجھا تاکہ آپ اس سے معلومات حاصل کر سکیں“۔

”اچھا کیا تم نے“..... باس نے تحسین آمیز انداز میں کہا۔ جوزف خاموشی سے کھڑا ان کی گفتگو سن رہا تھا۔

”کون ہوتا“..... باس نے کڑکتے ہوئے جوزف سے پوچھا۔

”جوزف دی گریٹ“..... جوزف نے فخریہ انداز میں کہا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے آغا حشر کے ڈرامے میں کام کر رہا ہو۔

”شک اپ یو نان سنس۔ اسے سامنے والے ستون سے باندھ دو“..... باس نے نقاب پوشوں کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

جوزف نے سوچا اب وقت آگیا ہے کہ یہاں سے فرار ہو جانا چاہئے کیونکہ اب تک وہ اس لئے خاموشی سے چپ چاپ نقاب پوشوں کے ساتھ چلا آیا تھا کہ وہ کہیں بے ہوش عمران کو گرفتار نہ کر لیں۔ اس کی طرف سے توجہ ہٹانے کے لئے اس نے خاموشی اختیار کی تھی۔ ایک نقاب پوش نے رائفل سے اسے ستون کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ جوزف کمرے کے درمیان چلتے ہوئے ایک مضبوط ستون کی طرف ہڑھ گیا۔ باس اتنے میں ایک الماری

رہا تھا۔ چند لمحے تک وہ لمبے لمبے سانس لیتا رہا پھر اس نے زخموں سے پر ناقاب پوشوں کے چہروں سے ناقاب کھینچ لئے۔ وہ سب مقامی معلوم ہوتے تھے۔ اب جوزف کے سامنے مسئلہ وہاں سے نکلنے کا تھا۔ کمرے میں کہیں دروازہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے چند لمحے تک وہ حریت سے ادھر ادھر دیکھتا رہا پھر اچانک اس کی نظر کونے میں ایک چھوٹی سی میز پر پڑی جس کی سایہ میں دو مختلف رنگوں کے بین لگے ہوئے تھے۔ جوزف نے ایک ناقاب اپنے چہرے پر باندھ لیا اور پھر سیزرنگ کا بین دبا دیا۔

سارے کمرے میں موجود فوم کی چادریں غائب ہو گئیں۔ اب کونے میں ایک دروازہ نظر آ رہا تھا۔ اس نے دوسرا بین دبا دیا تو دروازہ خود بخود کھل گیا۔ جوزف نے زمین پر پڑی ہوئی ایک برین گن اٹھائی اور دروازے سے باہر نکل آیا۔ یہ ایک لمبی سی گلیری تھی نکل گئیں۔ دیسے کمرے میں چاروں طرف فوم کی چادریں فتحیں اسی نے یہ کمرہ ساؤنڈ پروف بھی تھا۔ نیتھی ناقاب پوشوں کی چینیں باہر جا ہی نہ گئیں۔ تھوڑی دیر بعد ناقاب پوش فرش پر ڈھیر ہو چکے تھے۔ جوزف اسی طرح وجہت سے ان پر کوڑے بر سارہا تھا۔ اس کا ہاتھ بھلی کی سی تیزی سے گھوم رہا تھا۔ شرداپ کی آوازوں اور ناقاب پوشوں کی کربناک چینیوں سے پورا ماحول انتہائی خوفناک اور بھیانک ہو گیا تھا۔

پوش ٹھنک کر رک گیا۔

”والپس مڑو“..... جوزف نے غراہٹ آمیز لمحے میں کہا۔

سے چڑھے کا کوڑا نکال پکا تھا۔ جوزف نے اچانک چلتے چلتے باس کے کوڑے پر ہاتھ ڈال دیا۔ دوسرے لمحے کوڑا اس کے ہاتھ میں تھا۔ اس سے پہلے کہ کوئی سمجھتا، جوزف نے تیزی سے کوڑا لہرایا اور وہ شرداپ کی آواز سے برین گن والے ناقاب پوش کے ہاتھ پر لگا۔ اس کے ہاتھ سے برین گن چھوٹ کر دور جا گری۔ دوسرے ناقاب پوش نے ٹریکر دبادیا۔ گولی چلی، اتنی دیر میں جوزف وہاں سے ہٹ چکا تھا۔ گولی جوزف کے دائیں طرف کھڑے ہوئے ایک ناقاب پوش کے سینے میں لگی اور وہ ایک کربناک چیخ مارتے ہوئے زمین پر ڈھیر ہو گیا۔ پھر تو کمرے میں بھونچاں آ گیا۔ جوزف انتہائی تیزی سے کوڑا گھما رہا تھا اور کمرہ ناقاب پوشوں کی چینیوں سے گونج اٹھا۔ وہ انہیں اتنی مہلت نہیں دینا چاہتا تھا کہ وہ کمرے سے باہر نکل سکیں۔ دیسے کمرے میں چاروں طرف فوم کی چادریں فتحیں اسی نے یہ کمرہ ساؤنڈ پروف بھی تھا۔ نیتھی ناقاب پوشوں کی چینیں باہر جا ہی نہ گئیں۔ تھوڑی دیر بعد ناقاب پوش فرش پر ڈھیر ہو چکے تھے۔ جوزف اسی طرح وجہت سے ان پر کوڑے بر سارہا تھا۔ اس کا ہاتھ بھلی کی سی تیزی سے گھوم رہا تھا۔ شرداپ کی آوازوں اور ناقاب پوشوں کی کربناک چینیوں سے پورا ماحول انتہائی خوفناک اور بھیانک ہو گیا تھا۔

چند ہی لمحوں بعد تینوں ناقاب پوش بے حس ہو گئے۔ وہ بے ہوش ہو چکے تھے۔ جوزف نے ہاتھ روک لیا۔ وہ بری طرح ہانپ

”لیکن میرا قصور“..... نقاب پوش نے نہ جانے جوزف کو کیا سمجھتے ہوئے خوفزدہ انداز میں پوچھا۔

”تم اندر کیوں داخل ہوئے تھے“..... جوزف نے غصے سے بھرپور آواز میں سوال کیا۔

”لیکن میں تو ڈیولٹ ختم کر کے آ رہا ہوں“..... آنے والے نقاب پوش کی آواز میں حیرت تھی۔

”تھیں۔ واپس جنگل میں چلو“..... جوزف نے رائفل کی نال کو جھکا دیتے ہوئے کہا۔

”ملے۔ مگر“..... نقاب پوش واقعی حیران تھا کہ یہ آخر مسئلہ کیا ہے۔

”چلو“..... جوزف نے اور زیادہ غصہ ظاہر کرتے ہوئے کہا اور نقاب پوش کندھے جھکلتا ہوا واپس مڑ گیا۔

یہ ایک خاصاً وسیع ہال تھا۔ ہال کے درمیان میں ایک کرسی پر نوشینہ بندھی ہوئی بیٹھی تھی۔ اس کا شوخ اسکرٹ جگہ جگہ سے پھٹ گیا تھا۔ اس کا چہرہ خوف اور دہشت کی زیادتی کی وجہ سے گزر گیا تھا۔ سرخ و سفید رنگ گہری زردی میں تبدیل ہو چکا تھا۔ اس کے باہمیں سائیڈ پر مارٹن کھڑا تھا اور ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے مکڑی اپنے جالے میں پھنسی ہوئی مکھی کو دیکھتی ہے۔ اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔ مارٹن چونکا اور پھر اس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھول دیا۔ سامنے دو نقاب پوش موجود تھے۔ دونوں کے نقاب انتہائی گہرے سرخ رنگ کے تھے۔

”شیطان“..... ان میں سے ایک نے مارٹن سے مخاطب ہو کر انتہائی سرد آواز میں کہا۔

”دوس کروڑ میں دو شیطان“..... مارٹن نے مواد بانہ طور پر جھکتے

ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں اندر داخل ہو گئے۔ نوشینہ کی نظر جیسے ہی ان دونوں پر پڑی وہ خوف سے چیختے گئی۔
”میں بے گناہ ہوں، میں نے کوئی غلطی نہیں کی“..... نوشینہ نے کہا۔

”بکواس بند کرو لڑکی۔ تم نے غداری کی ہے“..... ان میں سے ایک نے منہماںی ہوئی لیکن انتہائی سرد آواز میں کہا۔ یہ یقیناً مرزا کی آواز تھی۔

”نہیں باس۔ آپ کو غلط اطلاع دی گئی ہے“..... نوشینہ کی آواز خوف سے لرز رہی تھی۔

”مت بھول اے لڑکی۔ میرا نام شیطان ہے اور شیطان کو کوئی دھوکا نہیں دے سکتا“..... مرزا نے روح میں اتر جانے والی غراہش سے کہا۔

نشینہ خوف کے مارے بے اختیار رونے لگی۔

”اپنے آنسوؤں کو روک لو۔ شیطانوں پر یہ حربے کارگر نہیں ہوتے اور جواب دو کہ ہوٹل تحری کراس میں جہاں تم نے ہمارے کارندے کو خفیہ پیغام پہنچایا تھا اور جب وہ جانے لگا تو تم نے جس یورپین نژاد نوجوان کو مخصوص اشارہ کیا تھا۔ وہ کون تھا؟“..... مرزا نے انتہائی سخت لمحے میں کہا۔

”میں نہیں جانتی باس۔ میں نے کسی کو اشارہ نہیں کیا۔ خدا شاہد ہے“..... نوشینہ نے جواب دیتے ہوئے کہا۔

”خدا کا نام ہمارے سامنے مت لو۔ شیطانوں کے سامنے خدا کی قسم کھانا بے کار ہے۔ سچ بھی بتا دو ورنہ شیطان کسی پر رحم نہیں کیا سکتے۔“..... دوسرے شیطان طالب نے خوفناک آواز میں کہا۔ نوشینہ نے کوئی جواب نہیں دیا بلکہ وہ بے اختیار آنسو بہانے لگی۔ اسے یقین ہو گیا کہ یہ شیطان اس کی کسی بات کو تسلیم نہیں کریں گے۔

”مارٹن“..... اچانک طالب چیخا۔

”لیں باس“..... مارٹن نے ایک دم اٹھن شن ہوتے ہوئے کہا۔ ”پنا چاقو نکالو اور اس لڑکی کا دایاں کان کاٹ دو“..... طالب نے ختم دیتے ہوئے کہا۔

”نہیں۔ نہیں۔ مجھ پر رحم کرو۔ میں سچ کہہ رہا ہوں۔ میں نے کسی کو کوئی اشارہ نہیں کیا تھا“..... نوشینہ خوف سے سچ اٹھی لیکن مارٹن نے پھرتی سے جیب سے ایک بڑا سا چاقو نکالا پھر کرے میں چاقو کھلنے کی آواز ابھری دوسرے لمحے مارٹن چاقو لئے ہوئے آہستہ آہستہ نوشینہ کی طرف بڑھنے لگا۔

”نہیں۔ نہیں۔ میں نے کوئی غلطی نہیں کی ہے۔ میں بے گناہ ہوں“..... نوشینہ چاقو کو اپنی نظروں کے سامنے دیکھ کر چیختے تھی پھر دوسرے لمحے ہال نوشینہ کی طویل اور دردناک سچ سے گونج اٹھا۔ مارٹن نے انتہائی بے رحمی سے چاقو کے ایک ہی دار سے اس کا دایاں کان کاٹ دیا تھا۔ اس کے کئے ہوئے کان سے سرخ سرخ

خون تیزی سے بنبے لگا۔ نوشیدہ کا سر ایک طرف ڈھلنک گیا۔ وہ خوف اور تکلیف کی شدت سے بے ہوش ہو چکی تھی۔

”اسے ہوش میں لاو“..... مرزا کی جذبات سے عاری آواز گوئی اور مارٹن نے ایک بھرپور تھپڑ نوشیدہ کے گال پر جما دیا۔ نوشیدہ ایک جھٹکے سے ہوش میں آگئی۔ اس کی آنکھیں خوف سے ابل رہی تھیں۔ وہ ایک لمحے تک اپنے سامنے کھڑے دونوں شیطانوں کو دیکھتی رہی پھر اس نے دونوں کو گالیاں دینی شروع کر دیں۔

”ناک کاٹ ڈالو“..... مرزا نے مارٹن کو دوسرا حکم دیا۔

”کاٹ دو میرا سارا جسم کاٹ دو۔ تم واقعی شیطان ہو“..... نوشیدہ چیختے گئی۔ دوسرے لمحے مارٹن نے چاقو کے دو تین واروں سے نوشیدہ کی ناک کاٹ ڈالی۔ نوشیدہ ایک بار پھر بے ہوش ہو چکی تھی۔ اس کا خوبصورت چہرہ انہتائی بھیاںک اور خوفناک معلوم ہوتا تھا۔

”ہوش میں لے آو“..... طالب نے کڑکتے ہوئے کہا اور مارٹن نے ایک بار پھر نوشیدہ کے رخساروں پر تھپڑ برسانے شروع کر دیئے۔ چار پانچ تھپڑوں کے بعد نوشیدہ ایک بار پھر ہوش میں آگئی۔ لیکن اب وہ یہ طرح چیخ رہی تھی۔

”ہتاو لڑکی۔ وہ کون تھا جس کو تم نے اشارہ کیا تھا ورنہ اب آنکھیں نکلا دوں گا“..... مرزا نے انہتائی بے رحم آواز میں کہا اور مارٹن نے چاقو کی نوک نوشیدہ کی خوبصورت آنکھوں کی طرف

” بتاتی ہوں۔ بتاتی ہوں۔ تمہیں ان شیطانوں کا واسطہ۔ رک جاؤ۔ پانی، پانی“..... نوشیدہ نے چھنتے ہوئے کہا۔

”مارٹن۔ رک جاؤ اور اسے پانی دو“..... طالب نے مارٹن کو حکم دیتے ہوئے کہا۔ مارٹن رک گیا۔ اس نے چاقو باسیں ہاتھ میں پکڑا اور ہال کے کونے کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں اس نے ایک صراحی سے گلاس میں پانی بھرا اور لا کر نوشیدہ کے منہ سے لگا دیا۔

”میرے ہاتھ کھول دو۔ میں ہونٹوں سے خون پوچھنا چاہتی ہوں“..... نوشیدہ نے جس کے چہرے پر خون ہی خون پھیلا ہوا تھا، انہتائی التجاہیہ انداز میں کہا۔

”اس کے ہاتھ کھول دو“..... مرزا نے مارٹن کو حکم دیا۔ مارٹن نے پانی کا گلاس نیچے رکھا اور پھر چاقو کی مدد سے اس کے دونوں ہاتھوں کی رسیاں کاٹ دیں۔ نوشیدہ کے ہاتھ جیسے ہی آزاد ہوئے اس نے منہ پر سے خون پوچھا لیکن خون متواتر بہر رہا تھا۔

مارٹن نے پانی کا گلاس اس کے خون آلود ہاتھوں میں پکڑا دیا۔ نوشیدہ نے ایک لمحے کے لئے گلاس کی طرف دیکھا پھر اس نے گلاس کو باسیں ہاتھ میں پکڑا اور پھر اس کا رایاں ہاتھ تیزی سے اس کے منہ کی طرف بڑھا۔ مارٹن نے سمجھا کہ وہ خون پوچھنا چاہتی ہے لیکن نوشیدہ کی انگلی میں موجود ایک انگوٹھی کا ڈھلنک کھلا اور اس میں

موجود سفوف اس کے حلق میں چلا گیا۔ دوسرے لمحے نوشینہ گلاس سے منہ لگا چکی تھی۔ مارٹن نے نوشینہ کی یہ حرکت دیکھ لی تھی اس نے پھر تی سے گلاس اس کے ہاتھوں سے چھین لیا لیکن وہ گلاس خالی کر چکی تھی۔

”ہا ہا ہا“..... میں نے زہر کھالیا ہے شیطانوں۔ اب تم مجھ سے کچھ معلوم نہیں کر سکتے“..... نوشینہ نے تھقہہ مارتے ہوئے کہا اور دوسرے لمحے اس کا سر ڈھلک گیا۔

مارٹن نے آگے بڑھ اس کا سر سیدھا کیا۔ لیکن وہ ان شیطانوں کی دسترس سے دور جا چکی تھی۔

”اُف۔ یہ برا ہوا، اس لڑکی کو مرتا نہیں چاہئے تھا۔ اب میں پھر تار کی میں چلا گیا ہوں“..... مرزا نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

”ہاں لیکن ہمیں خیال بھی نہیں تھا کہ یہ اس طرح خود کشی کر لے گی۔“..... طالب کے لجھے میں افسوس کا عنصر موجود تھا۔

”مارٹن اس کی لاش مکھانے لگا دو“..... طالب نے مارٹن سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

”او کے باس“..... مارٹن نے جھکتے ہوئے منود بانہ انداز میں کہا۔ اور پھر وہ دونوں شیطان واپس مڑے اور دروازے سے باہر نکل گئے۔

عمران جیپ دوڑاتا ہوا سیدھا بہزاد محل پہنچا۔ اس نے جیپ پورچ میں روکی اور خود اتر کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔ اس کے سارے جسم میں درد ہو رہا تھا۔ غمیت یہ تھا کہ محل کے سارے ملکیں سونئے ہوئے تھے اس لئے عمران کی حالت کسی پر ظاہر نہ ہو سکی۔ کمرے میں پہنچنے کے بعد وہ سیدھا اپنے اپنی کیس کی طرف بڑھا۔ اس نے اپنی کیس کھولا اور اس میں سے ایک جیبی ٹرانسمنیٹر نکال کر اس کا بیٹن آن کر دیا۔ کمرے کا دروازہ اس نے اچھی طرح بند کر دیا تھا۔ بیٹن دبنے کے چند لمحے بعد ہی رابطہ قائم ہو گیا۔

”ہیلو بلیک زیرد۔ عمران سپیلکنگ اوور“..... عمران نے کہا۔
”لیں سر۔ بلیک زیرو سپیلکنگ دس سائیڈ اوور“..... دوسری طرف سے بلیک زیرو کی آواز اپھری۔

غور سے سنو۔ تمہیں علم ہے اس وقت میں ریاست پریم نگر میں موجود ہوں۔ میرا خیال تھا کہ کوئی چھوٹا موٹا کیس ہو گا لیکن یہاں تو معاملہ کافی اوتھا جاتا ہوا معلوم ہوتا ہے اس لئے تم کل صبح صدر کیپن فکیل، تنور اور جولیا کو ریاست پریم نگر بھجوادو۔ وہ یہاں میک اپ میں آئیں گے اور ہوٹل سن ریز میں تھبھریں گے۔ میں انہیں یہاں کشف کر لوں گا۔ پارٹی لیڈر کے لحاظ سے انہیں میرے احکام کی تعییں کا حکم ضرور دے دینا۔ اور”..... عمران نے تفصیل سے ہدایات دیتے ہوئے کہا۔

”بہت بہتر سر۔ میں کل صبح ممبر ز کو پہلی فلاٹ پر بھجوادوں گا۔ اور”۔ بلیک زیر نے مسودا نہ لجھے میں کہا۔

”اوے۔ اور ایڈ آل“..... عمران نے کہا اور پھر رانسیمیٹر کا ہٹن آف کر دیا۔

رانسیمیٹر واپس بیگ میں رکھ کر اس نے کپڑے اتارے اور سلپنگ سوٹ پہن لیا۔ اس نے بیگ میں اسے پین کلر کی دو گولیاں بکال کر پانی سے کھالیں جس سے درد میں فرق پڑ گیا اور وہ بید پر لیٹ گیا۔ اب اسے جوزف کی فکر تھی لیکن اسے یقین تھا کہ جنگل میں جوزف کی صلاحیتیں کچھ اور زیادہ بڑھ جاتی ہیں اس لئے وہ مجرموں کے ہاتھوں سے بچ جانے میں کامیاب ہو جائے گا۔ اس کا خیال تھا کہ صبح وہ جنگل میں اس جگہ جا کر رشناٹ تلاش کرے گا چنانچہ وہ سونے کی کوشش کرنے لگا۔ اسے سونے ہوئے تھوڑی ہی

”تم ابھی تک جاگ رہے ہو ورنہ میرا خیال تو یہ تھا شاید کائل دیر بعد رابطہ قائم ہو۔ اور“..... عمران نے پوچھا۔

”میں جاگ رہا تھا عمران صاحب۔ میں میں الاقوامی مجرموں کی فائل کا مطالعہ کر رہا تھا۔ اور“..... بلیک زیر نے جانے کی وجہ بتاتے ہوئے کہا۔

”کیوں خیریت تو ہے۔ خود اپنا فوٹو اس فائل میں لگوانے کا ارادہ تو نہیں۔ اور“..... عمران نے پوچھا۔

”تمہیں صاحب خدا معاف رکھے میرا فوٹو اس میں لگا اور آپ نے میرے ہاتھوں میں چھکریاں ڈالیں۔ اور“..... طاہر نے ہنسنے ہوئے کہا۔

”اچھا طاہر تمہاری مرضی ورنہ میں نے تو تمہیں آفر دے دی ہے۔ اور“..... عمران نے بھی ہنسنے ہوئے کہا۔

”ایک شرط پر ایسا ہو سکتا ہے کہ آپ کا فوٹو بھی میرے ساتھ لگے۔ اور“..... طاہر نے تجویز پیش کی۔

”یہ تو کوئی بڑی بات نہیں۔ اخباروں میں مجرموں کے ساتھ پولیس والوں کے فوٹو چھپتے ہی رہتے ہیں۔ اور“..... عمران نے کہا۔

”اس لحاظ سے نہیں بلکہ استاد شاگرد کے لحاظ سے فوٹو لگیں جب تو بات بنے گی۔ اور“..... طاہر نے جواب دیا۔

”اچھا طاہر۔ مذاق ایک طرف رہا۔ اب میں جو کچھ کہوں اے

سے ہاتھ جھاڑے اور پھر اس طرح سیڑھیاں اترتا ہوا نیچے آیا جیسے
چھت پر چاندنی رات کا نظارہ کرنے گیا ہو۔ برآمدے میں نواب
صاحب بمعہ اپنی بیٹیوں اور بھانجوں کے کھڑے نظر آئے۔ ان
سب کے چہرے فرق تھے۔ عمران کو دیکھتے ہی وہ اس طرف لپکے۔
”کیا بات ہوئی تھی۔ یہ شور کیسا تھا۔ تم کہاں گئے تھے۔“
بدھوایی کی وجہ سے نواب صاحب کے حلقت سے آواز نہیں نکل رہی
تھی۔

”سچھ نہیں، ذرا چھٹ پر گیا تھا۔ چاندنی رات کا نظارہ
کرنے۔“..... عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

”چاندنی رات کا نظارہ۔“..... لڑکیاں ہکابکارہ گئیں۔

”ہاں۔ دراصل جب تک میں رات کو چاندنی کا نظارہ نہ کر
لوں۔ مجھے نیند نہیں آتی۔“..... عمران نے بھولی صورت بناتے ہوئے
کہا۔

”لَا حُولَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ“..... نواب صاحب نے زوج ہو کر
کہا۔

”اوہ۔ کہاں ہے۔ پکڑنا۔ جانے نہ پائے۔“..... عمران نے
برآمدے میں ہی چاروں طرف چکرانا شروع کر دیا۔

”گک۔ گک۔ کون۔ کے پکڑنا ہے۔“..... نواب صاحب بھی
بدھوایی میں چکرا گئے۔ لڑکیاں بھی عمران کو اس طرح چکراتے دیکھے
کر جیران رہ گئیں۔

دیر ہوئی تھی کہ اس کے کمرے کا روشنداں ہلکی سی آواز سے گھلا اور
ایک ریوالور بردار ہاتھ روشنداں سے اندر داخل ہوا۔ ریوالور کی نالی
پر سائیلنسر چڑھا ہوا تھا۔ نالی کا رخ عمران کے سینے کی طرف ہوا۔
ٹریگر دبا اور ایک ہلکا سادھا کا ہوا۔ اسی لمحے بے اختیارانہ عمران نے
کروٹ لی۔ گولی عمران کے جسم کے قریب سے گزرتی ہوئی بہتر
میں ڈھنس گئی۔ اس سے پہلے کہ دوسری گولی چلتی، عمران بھلی کی سی
تیزی سے نیچے فرش پر گر پڑا۔ ہاتھ واپس چلا گیا۔ عمران نے
ریوالور کی بھلک روشنداں میں دیکھ لی تھی کیونکہ بلیو لائٹ سے
کمرے میں ہلکی سی روشنی ہو رہی تھی۔ عمران نے پھرتی دکھائی، جھکے
سے اس نے چھٹنی کھولی اور کمرے سے نکل کر گیلری میں بھاگنے
لگا۔ گیلری کے اختتام پر ہی سیڑھیاں تھیں۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں
چڑھتا چلا گیا۔ جلد ہی اس گیلری تک پہنچ گیا۔ گیلری سے سیڑھیاں
چھٹ پر جا رہی تھیں۔ وہ تیزی سے چھٹ کی طرف بڑھا۔ چھٹ
کے دوسرے سرے پر اسے ایک بک دیوار کے ساتھ لٹکا ہوا نظر
آیا۔ وہ پھرتی سے اس کی طرف بڑھا۔ بک کے ساتھ نیچے تک رسی
گئی ہوئی تھی اسی لمحے اس نے دیکھا کہ ایک سایہ سا پائیں باغ کی
دیوار کو دیکھا۔ وہ جلدی میں اپنے ساتھ ریوالور نہیں لایا تھا اس لئے
وہ سائے پر فائز نہ کر سکا۔ اس کے بھاگنے کے شور سے محل کے مکین
بھی ہڑبڑا کر جاگ پڑے تھے۔ چوکیداروں کے شور کی آوازیں بھی
آ رہی تھیں۔ شاید وہ بھی الرٹ ہو گئے تھے۔ عمران نے اطمینان

"ہی ہی ہی۔ جس کے لئے آپ لا جوں پڑھ رہے تھے"..... عمران نے کہا۔

"کس کے لئے پڑھ رہا تھا"..... نواب صاحب نے پچھنہ سمجھتے ہوئے کہا۔

"اے وہی شیطان اور کون"..... عمران نے وضاحت کر دی۔

"تم سے ہذا شیطان بھی کوئی ہو سکتا تھا"..... نواب صاحب نے اس کا مطلب سمجھتے ہوئے قدرے جھینپ کر کہا۔

"جی ہاں۔ آپ مجھ سے تو بہر حال بڑے ہیں"..... عمران نے پھوٹ کی اور نواب صاحب پچھا اور جھینپ گئے۔

"بد تمیز"..... نواب صاحب نے قدرے سختی سے کہا کیونکہ انہیں پاس کھڑی لڑکیوں کا خیال آگیا۔

"یہ کس کا نام ہے آپ کا ہے"..... عمران نے ماہ رخ کی طرف حیرت سے دیکھتے ہوئے کہا اور ماہ رخ جھینپ گئی۔ باقی لڑکیوں کے حلق سے بے اختیار تھی پھوٹ پڑے۔ نواب صاحب مسکرا دیئے۔

اتنے میں دور سے شور سا اٹھا اور سب چونک کرا دھردا دیکھنے لگے۔ تھوڑی دیر بعد چوکیدار ایک نقاب پوش کو پکڑے دھر لے آئے۔ نواب صاحب کو برآمدے میں کھڑے دیکھ کر وہ اوب سے جھک گئے۔

"کون ہے یہ"..... نواب صاحب نے گرجتے ہوئے کہا۔

۵۵
"معلوم نہیں حضور۔ محل کی مشرقي دیوار سے باہر کو درہا تھا کہ ہم نے پکڑ لیا"..... ایک چوکیدار نے انتہائی مسود بانہ انداز میں جواب دیا۔

"اس کا نقاب اتنا رہا"..... نواب صاحب نے حکم دیا اور ایک دیا۔

چوکیدار نے پھر تل سنتے اس کے چہرے سے نقاب اپٹ لیا۔ "اوہ تم"..... نواب صاحب چونک پڑے۔ عمران حیرت سے اس لوگوں کو دیکھ رہا تھا جو سر جھکاتے کھڑا تھا۔

"کون ہے یہ"..... عمران نے حیرت سے پوچھا۔ "میرا پرانی بیوی سیدھری افضل"..... نواب صاحب نے نامگواری سے جواب دیا۔ شاید افضل کو اس روپ میں دیکھ کر ان کا موڈ بگڑا گیا تھا۔

"اے میرے کمرے میں لے آؤ"..... عمران نے چوکیداروں کو حکم دیا اور چوکیداروں نے سوالیہ نظر وہ سے نواب صاحب کی طرف دیکھا۔

"حکم کی تعمیل کرو"..... نواب صاحب گرجے ازد چوکیداروں نے سر جھکا دیا۔ وہ افضل کو لئے ہوئے عمران کے کمرے کی طرف چل دینے۔ افضل کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے۔ اے ایک کری پر بٹھا دیا گیا۔ عمران اور نواب صاحب کے علاوہ باقی سب لوگوں کو کمرے سے نکال دیا گیا۔ عمران نے دروازہ بند کر کے اندر جھک گئے۔ نواب صاحب سامنے صوفی پر بنیٹے کینہ پرور سے پختنی لگا دی۔ نواب صاحب سامنے صوفی پر بنیٹے کینہ پرور

”یار۔ تم تو یوں سر جھکائے بیٹھے ہو جیسے دہن بارات کی انتظار میں بیٹھی ہو۔“..... عمران نے کہا۔ افضل نے سر پھر بھی نہیں اٹھایا۔

”ارے یار واقعی میں ہی غلطی پر تھا۔ تم دہن کیسے ہو سکتے ہو۔ تو بے۔ توبہ۔ اتنی فاش غلطی۔ کیوں نواب صاحب؟“..... اس نے اچانک نواب صاحب کی طرف مڑکر سوال داغ دیا۔

فضل اب حرمت سے عمران کو دیکھ رہا تھا جیسے وہ عمران کی شخصیت کو سمجھنہ پا رہا ہو۔

”سیدھی طرح بتاؤ کہ تم کیوں مجھے قتل کرنا چاہتے تھے۔“ اچانک عمران بے پناہ سنجیدگی سے بولا۔

اس کے چہرے سے حماقت یوں غائب ہو گئی جیسے کسی نے نقاب اتار کر پھینک دیا ہو۔ چہرے پر پوری سنجیدگی آگئی تھی۔ افضل یہ سنجیدگی دیکھ کر نرزوں ہو گیا۔

”مم۔ مم۔ میں کچھ نہیں جانتا۔“..... افضل نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

”فضل۔“..... عمران سانپ کی طرح پھنکارا اور افضل نے یوں جھکائیا جیسے اسے کسی نے کوڑا مار دیا ہو۔ اس نے ایک لمحہ عمران کی آنکھوں میں دیکھا اور پھر اس نے بولنا شروع کر دیا جیسے وہ خود الفاظ منہ سے نہ نکال رہا ہو بلکہ الفاظ خود اس کے منہ سے نکل رہے ہوں۔

”مم۔ مم۔ بتاتا ہوں۔ بتاتا ہوں۔“ میں چھپلے سال سے ان کے

نظرؤں سے افضل کو دیکھ رہے تھے جو سر جھکائے بیٹھا تھا۔ عمران بھی صوفی پر نواب صاحب کے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے ایک لمحہ دلچسپ نظرؤں سے افضل کو دیکھا اور پھر نواب صاحب سے مخاطب ہو گیا۔

”یہ کب سے آپ کے پاس ملازم ہے؟“..... عمران نے پوچھا۔

”پچھلے پندرہ سالوں سے۔“..... نواب صاحب نے بڑے ٹھہرے ہوئے انداز میں جواب دیا۔

”اوہ۔ برا لمبا عرصہ ہے۔“..... عمران نے حرمت سے کہا۔

”ہا۔ اسی لئے تو مجھے اس بد دیانت پر اور بھی زیادہ غصہ آ رہا ہے۔ میں کسی قیمت پر اس پر شک نہیں کر سکتا تھا اور یہی مارہستین لکھا۔“..... نواب صاحب فقرہ مکمل کر کے دانت پینے لگے۔ ان کا چہرہ غصے کے مارے سرخ ہو رہا تھا۔ ان کا بس نہیں چلتا تھا کہ افضل کو توپ دم کر دیں۔

”فضل صاحب۔ آپ کو ماڈ تھو آر گن بجانا آتا ہے۔“..... عمران نے اچانک افضل سے مخاطب ہوتے ہوئے پوچھا اور افضل جو سر جھکائے بیٹھا تھا اس پر اس نے تیزی سے سراٹھایا جیسے اسے بخل کا کرنٹ لگا ہو۔ اس نے بھر پور اور گہری نظرؤں سے عمران کی آنکھوں میں دیکھا پھر اس کے لیوں پر پھیکی سی مسکراہٹ آگئی اور اس نے سر جھکا لیا۔ نواب صاحب بھی حرمت سے آنکھیں چھاڑے بیٹھے تھے۔

لئے کام کر رہا ہوں۔ مم۔ میں مجبور تھا۔ مجھے وہ بلیک میل کرتے تھے۔۔۔۔۔ افضل نے خوفزدہ لمحے میں کہا۔
”کن کے لئے کام کر رہے ہو“۔۔۔ عمران کی آواز میں تکوار جیسی کاٹ تھی۔

”وس کروڑ میں دو شیطان کے لئے“۔۔۔۔۔ افضل نے اگلتے ہوئے کہا۔

”کیا“۔۔۔ عمران بے اختیار چونک پڑا۔ نواب صاحب تو خیر شروع سے ہی حیرت کے شدید جھٹکوں کی زد میں تھے لیکن اس بار عمران بھی واقعی حیرت زدہ رہ گیا۔

”وس کروڑ میں دو شیطان“۔۔۔ عمران نے حیرت سے دہرا�ا۔
”جی ماں۔ یہ ان کے گروہ کا مخصوص نام ہے اور یہی ان کا کوڈ ہے“۔۔۔۔۔ افضل سب کچھ بتائے جا رہا تھا۔

”خوب واقعی بہترین نام ہے۔ بڑے زندہ دل معلوم ہوتے ہیں لیکن وہ دو شیطان کون کون ہے ہیں“۔۔۔ عمران نے باقتوں ہی باقتوں میں اچانک پوچھا۔

”یہ تو مجھے معلوم نہیں“۔۔۔۔۔ افضل نے جواب دیا۔
”کیوں معلوم نہیں، کیا وہ تمہیں اپنے سامنے نیٹھے ہوئے نظر نہیں آتے“۔۔۔ عمران نے ڈالنٹھے ہوئے کہا اور پھر وہ نواب صاحب کی طرف دیکھ کر ٹھبرا گیا جو ایک لمحے تو بات سمجھے نہیں تھے اور جب سمجھے تو ان کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ نواب صاحب

نے شاید ایسی گستاخیاں زندگی میں کبھی نہیں سنی ہوں گی اور پھر بھلا مجال بھی کس کی تھی نواب صاحب کے سامنے کوئی اونچا بول جائے۔ گستاخی تو ایک طرف رہی لیکن یہ عمران جب سے آیا تھا برادران پر چوٹیں کر رہا تھا۔

”عمران“۔۔۔ نواب صاحب غصے سے دہاڑے۔

”شیطان نمبر دو کیسے جناب۔ عمران نہ کہیے“۔۔۔ عمران نے انہیں تقریباً پچکارتے ہوئے کہا۔ وہ ایک لمحے تک انتہائی سرخ آنکھوں سے عمران کو گھورتے رہے پھر ان پر بے بسی کی جھنجھلاہٹ سی چھائی اور کوئی چارہ کارند دیکھتے ہوئے وہ ایک بھٹکے کے ساتھ اٹھے اور خاموشی سے دروازے کی چھینی کھول کر باہر نکل گئے۔

”خس کم جہاں پاک“۔۔۔ عمران نے اٹھ کر دروازے کو دوبارہ بند کرتے ہوئے کہا۔ افضل خاموشی سے عمران کی حرکات دیکھ رہا تھا۔

عمران دوبارہ صوفے پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے اطمینان کی ایک طویل سانس لی کیونکہ وہ دل سے چاہتا تھا کہ نواب صاحب یہاں سے مل جائیں اور پھر اٹھ کر اس نے افضل کے بندھے ہوئے ہاتھ کھول دیئے۔ افضل اس کی شخصیت سے کچھ اس طرح متاثرہ ہو چکا تھا کہ اس نے ہاتھ کھلنے کے باوجود کوئی حرکت نہیں کی۔

”ویکھو افضل۔ جو کچھ تمہارے علم میں ہو مجھے صحیح صحیح بتا دو۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں بچا لیا جائے گا اور تمہارے خلاف جو

بلیک میلنگ سٹف شیطانوں کے پاس ہے وہ بھی حاصل کر کے میں تمہیں دے دوں گا ورنہ جانتے ہو تمہارے جرم کی سزا نواب صاحب کے پاس کیا ہے۔ عمران نے اسے سمجھ دیا۔

”عمران صاحب۔ مجھے پچالجھے۔ مجھے سے غلطی ہو گئی ہے۔ میں بے حد مجبور تھا۔ میں وعدہ کرتا ہوں میں آپ کو سب کچھ بتا دوں گا جو میرے علم میں ہے۔“.....فضل کا لہجہ انتہائی عاجز اتھے تھا۔

”ٹھیک ہے۔ تم بے فکر رہو۔“.....عمران نے اسے تسلی دی۔

”صاحب۔ آج سے ایک سال پہلے مجھے خط ملا جس میں وہ بلیک میلنگ استف تھا۔ وہ میری ایک غلطی تھی اور وہ ایک ایسی چیز تھی کہ اگر وہ منظر عام پر آ جاتی تو یقیناً میں خود کشی کر لیتا۔ بہر حال قصہ مختصر اس بلیک میلنگ کی وجہ سے مجبور ہو کر میں ان کا آہ کار بن گیا۔ میرے ذمہ صرف اتنا کام تھا کہ میں نواب صاحب کی تمام مصروفیات، بات چیت، خط و کتابت کی اطلاع انہیں بھیجتا رہتا۔

چونکہ میں نواب صاحب کا پرائیوریٹ سیکرٹری تھا اور نواب صاحب کو مجھ پر اعتماد تھا اس لئے مجھے ان کے یہ مطالبات پورے کرنے میں کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ آج سے کچھ دن پہلے نواب صاحب نے کسی سرسلطان سے بات چیت کی اور کوئی آدمی جنگلات کی تحقیقات کے لئے منگوایا اس کی اطلاع میں نے انہیں بھجوادی۔ انہوں نے میرے ذمے یہ کام لگایا کہ جیسے وہ آدمی آئے ہمیں اطلاع دینا آپ کی آمد پر میں نے انہیں اطلاع دینی چاہی لیکن میرا

ٹرانسمیٹر خراب ہو گیا۔“.....فضل نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”تم رابطہ ٹرانسمیٹر بھی رکھتے ہو۔“.....عمران نے سوال کیا۔

”جی ہاں۔ انہوں نے مجھے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر بھی دیا ہوا ہے جس پر میں ان کو تمام اطلاعات دیتا ہوں بہر حال کافی دیر بعد وہ ٹرانسمیٹر ٹھیک ہوا لیکن اس وقت تک آپ کی جیپ واپس آگئی تھی۔ میں نے انہیں تمام تفصیلات بتا دیں۔ انہوں نے مجھے آپ کو گولی مارنے کا حکم دیا اور میں نے کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ باقی صورت حال آپ کے سامنے ہے۔“.....فضل نے تمام حالات بتلتاتے ہوئے کہا۔

”تمہاری رہائش کہاں ہے۔“.....عمران نے پوچھا۔

”اس محل کے شمال کونے میں مجھے کوارٹر ملا ہوا ہے۔“.....فضل نے جواب دیا۔

”تمہیں یہاں سب لوگ پہچانتے ہوں گے۔“.....عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ میں گزشتہ پندرہ سالوں سے یہاں کام کر رہا ہوں۔“.....مجھے یہاں کا بچہ بچہ جاتا ہے۔“.....فضل نے جواب دیا۔

”تو پھر تم نے سیاہ کپڑے اور منہ پر نقاب ڈال کر مجھے قتل کرنے کی کوشش کیوں کی۔“.....عمران نے سوال کیا۔

”عمران صاحب۔ میں نے اس لئے نقاب لگایا تھا کہ آپ کے قتل کی تحقیقات ضرور ہوئی تھی اور بغیر نقاب کے مجھے کوئی دیکھے

لیتا تو مجھے کپڑا لیا جاتا تھا لیکن اس طرح تمام الزام کسی نقاب پوش پر لگ جاتا۔“.....فضل نے جواب دیا۔

”تمہاری عقل داڑھ نکل چکی ہے۔“..... عمران نے اچانک سوال کیا۔ اب اس کے چہرے پر دوبارہ حماقتوں کی جلوہ گری ٹھی۔ ”جی۔“.....فضل نے جیرت سے پوچھا۔ اس کی سمجھ میں عمران کی شخصیت نہیں آ رہی تھی۔ جو پل پل میں روپ بدل لیتا تھا۔

”مقصد یہ کہ تم تو بہت ذہین نکلے۔“..... عمران نے کہا اور فضل شرمندہ انداز میں مسکرا دیا۔

”اچھا مسٹر افضل۔ اب تم ایسا کرو کہ تم بدستور اپنی جگہ کام کرتے رہو۔ لیکن شرط یہ ہے کہ اب تم جو اطلاع انہیں دو گے۔ وہ مجھے بھی بتا دیا کرو اور جو حکم ان سے ملے وہ بھی مجھے بتا دیا کرو۔ میرا وعدہ ہے کہ میں تمہیں بچالوں گا۔“..... عمران نے کہا۔

”لیکن نواب صاحب۔“.....فضل نے قدرے جھکتے ہوئے کہا۔ ”تم بے فکر ہو، میں سب تھیک کر لوں گا۔“..... عمران نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

”پھر تھیک ہے۔“.....فضل نے مطمئن لمحے میں کہا۔ ”اچھا یہ بتاؤ جب تم ٹرانسپر پر بات چیت کرتے تھے تو کیا کوڑ ورڑ استعمال کے جاتے تھے۔“..... عمران نے پوچھا۔

”یہی۔ دس کروڑ میں دو شیطان۔“.....فضل نے جواب دیا۔ ”ہوں تھیک ہے۔ تم بیٹھو میں ابھی آتا ہوں۔“..... عمران نے کہا

اور پھر خود اٹھ کر اپنے کمرے سے باہر چلا گیا۔ وہ نواب صاحب کو ڈھونڈ رہا تھا۔

نواب صاحب اپنے کمرے میں بڑی بے چینی کے عالم میں ٹھیل رہے تھے ان کے چہرے پر پریشانی صاف عیاں تھی۔ وہ عمران کو آتے دیکھ کر اس کی طرف لکپٹے۔

”کیا ہوا۔ کچھ پتا چلا۔“..... نواب صاحب نے پوچھا۔ ”آپ گھر رائیں نہیں نواب صاحب۔ سب تھیک ہو جائے گا۔“..... عمران نے کہا اور پھر اس نے ساری تفصیل بتائی۔

”تھیک ہے۔ جیسا تم چاہو گے دیسا ہو گا لیکن کیس ختم ہونے کے بعد میں اسے برداشت نہیں کروں گا۔“..... نواب صاحب نے کہا۔

”آپ بے فکر رہیں۔ سب تھیک ہو جائے گا۔“..... عمران نے نواب صاحب کو تسلی دی اور پھر ان سے اجازت لے کر واپس چلا گیا۔ اس نے افضل کو تسلی دی اور بھیج دیا۔

برین گتیں اٹھائی ہوئی تھیں، اندر داخل ہوئے۔ وہ شاید برین گن
چلنے کی آواز سن کر آئے تھے جیسے ہی وہ کمرے کے اندر داخل
ہوئے جوزف کوششے کے کمرے میں بند دیکھ کر ایک نئے کے لئے
ٹھنک گئے پھر ان کا رخ دوسرے نقاب پوش کی طرف ہو گیا جواب
تک بٹن کے قریب کھڑا تھا۔

”کیا بات ہے کون ہے یہ“..... آنے والوں میں سے ایک نے
کڑکتے ہوئے سخت لبجے میں کہا۔

”میں ٹوفور ہوں سر۔ مجھے یہ نقاب پوش برآمدے میں ملا۔ اس
کے ہاتھ میں برین گن تھی۔ اس نے برین گن کے زور پر مجھے
محجور کیا کہ میں اسے باہر جنگل میں لے جاؤ۔ میں سمجھ گیا کہ یہ
بھم میں سے نہیں چنانچہ میں نے نہایت پھرتی سے اسے یہاں قید
کر لیا۔“..... اس نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ جوزف اس وقت
خاموشی سے ہاتھ میں برین گن لئے کھڑا تھا۔ وہ سمجھ گیا کہ نادانشگی
میں وہ بری طرح پھنس پکا ہے۔

”تمبر ٹوفور، تم نے انتہائی ذہانت سے کام لیا ہے۔ میں تمہاری
رپورٹ شیطان کو ضرور پہنچاؤں گا“..... نقاب پوش نے کہا۔

”اب تم جاؤ“..... اسی لیڈر نے کہا اور ٹوفور خاموشی سے
کمرے سے باہر چلا گیا۔

”تم برین گن اچھاں کر باہر پہنچنک دو“..... اب اسی نقاب پوش
نے جوزف کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

جوزف اس شخص کو آگے لگائے ہوئے چلا جا رہا تھا۔ دو گیلریوں
سے گزرنے کے بعد وہ ایک کمرے میں آ گیا۔ اس شخص نے دیوار
کے ایک طرف لگے ہوئے بٹن کو ہلکے سے دبا دیا۔ جوزف خاموشی
سے کھڑا دیکھ رہا تھا اس وقت چونکا جب اچانک ایک زوں کی آواز
سے اس کے چاروں طرف دیزی شیشے کا ایک غلاف آ گیا۔ وہ شیشے
کی چار دیواری میں قید ہو گیا تھا۔ شیشے کی یہ دیواریں اچانک فرش
سے نکلی تھیں۔ ان شیشوں پر برین گن کی گولیوں کا کوئی اثر نہ ہوا
 بلکہ گولیاں جیسے ہی شیشے سے مکراتیں چیٹی ہو کر نیچے گر پڑتیں،
نقاب پوش نے اسے انداھا دھنڈ گولیاں ہرساتا دیکھ کر بے اختیار
قہقہے لگانے شروع کر دیئے۔ اچانک باہر گیلری میں بھاگتے ہوئے
قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ اس نقاب پوش کے قہقہے حلق میں
گھٹ گئے پھر دروازے سے تین نقاب پوش جنہوں نے ہاتھوں میں

”کیوں باہر پھینک دوں میرے ہاتھ میں پکڑئی ہوئی اچھی نہیں لگتی“..... جوزف نے تاپرواتی سے جواب دیا۔

ایک لمحے تک وہ نقاب پوش خاموشی سے جوزف کو دیکھتا رہا اور پھر میں سونچ بورڈ کی طرف بڑھ گیا جہاں سے بٹن دبانے پر یہ شیشے کی دیواریں فرش سے نکلی تھیں۔

”اس نے جا کر ایک بٹن دبایا۔ بٹن دبتے ہی پہلے زوں زوں کی آوازیں آتی رہیں پھر اچانک ان دیواروں کے اندر زرد رنگ کا دھواں پھلتے لگا حالانکہ شیشے کی دیواروں کے اوپر جھٹت نہیں تھیں لیکن اس کے باوجود زرد دھواں نیچے دیواروں کے ساتھ ساتھ نیچے ہی نیچے پھیل رہا تھا۔ اس کا رخ اوپر کی طرف نہیں تھا۔ دھواں نکتے ہی جوزف کو یوں محسوس ہوا جیسے وہ ہوا میں معلق ہو گیا ہو۔ اس نے ہاتھ پیدار نے شروع کر دیئے پھر اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اس کے سارے جسم میں جان باقی نہ رہی ہو۔ اسی لمحے برین گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے فرش پر جا پڑی۔ جوزف کی آنکھیں بند ہونے لگی۔ وہ کئی ہوئی پینگ کی طرح ادھر ادھر ڈالئے لگا۔ چند ہی لمحوں بعد وہ ایک جھٹکا کھا کر فرش پر جا گرا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ نقاب پوش نے بٹن آف کر دیا۔ دھواں بڑی تیزی سے غائب ہو گیا۔ اس نے دوسرے بٹن دبایا اور شیشے کی دیواریں واپس فرش میں گھس گئیں۔ اب جوزف کمرے کے فرش پر بے ہوش چڑا تھا۔ برین گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر ایک طرف گری ہوئی تھی۔

آنے والے نقاب پوشوں نے پھرتی سے وہ برین گن اٹھا لی۔ دوسرے نقاب پوش نے آگے بڑھ کر اس کے چہرے سے نقاب ہٹا دی۔

”اے اٹھا کر نمبر ٹو کے پاس لے آؤ“..... نقاب پوش نے حکم دیا اور خود کمرے سے باہر چلا گیا۔ باقی نقاب پوشوں نے جوزف کو اٹھانے کی کوشش کی۔ جوزف ان سے انھوں تو گیا لیکن اس کے لئے انہیں اتنی محنت کرنی پڑی کہ وہ دو قدم چلنے کے بعد پسینے میں نہا گئے۔

جوزف کافی سے زیادہ وزنی تھا اور پھر بے ہوش آدمی کا وزن ویسے بھی معمول سے زیادہ ہو جاتا ہے۔ پھر حال کسی نہ کسی طرح وہ دونوں جوزف کو کھینچ کھانچ کر نمبر ٹو کے کمرے میں لے جانے میں کامیاب ہو گئے۔ نمبر ٹو اپنے کمرے میں بے چینی سے ٹہل رہا تھا اس نے ایک نظر بے ہوش جوزف کی طرف دیکھا اور پھر وہ دوبارہ کمرے میں ٹہلئے لگا۔ باقی نقاب پوش ایک طرف منورب کھڑے تھے۔

”تمہیں علم ہے کہ اس نے زیرِ فور اور اس کے دو ساتھیوں کو ایکلے مار مار کر بے ہوش کر دیا ہے“..... نمبر ٹو نے ٹہلاتے ٹہلاتے اچانک رک کر کہا۔

”اوہو۔ سر بڑی حیرت انگیز بات ہے“..... ایک نقاب پوش نے شدید حیرت آمیز لمحے میں جواب دیا۔

”شٹ اپ۔ بکواس مت کرو ورنہ تمہاری کھال ادھیر کر رکھ دوں گا“..... نمبر ٹو اپنے اسٹھنوں کے سامنے اپنی بے عزتی برداشت نہ کر سکا۔ جوزف خاموش رہا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔
”بناو۔ کون ہوتم“..... نمبر ٹو نے دوبارہ پوچھا۔

”پہلے شراب دو“..... جوزف نے وہی جواب دیا۔

”میرا ہنڑ نکال لاؤ“..... اچانک نمبر ٹو نے ایک نقاب پوش کو حکم دیا اور نقاب پوش پھرتی سے اسی الماری کی طرف ہٹھ گیا۔ چند لمحے بعد نمبر ٹو کے ہاتھ میں ایک بہت بڑا اور خوفناک ہنڑ لہرا رہا تھا۔

”بناو۔ کون ہوتم“..... اس نے ہنڑ کو لہرا کر اس سے ایک خوفناک کڑک پیدا کرتے ہوئے کہا۔

”شراب“..... جوزف نے اسی لمحے میں کہا اور اسی لمحے ہنڑ کی ضرب سے جوزف کے بازو سے خون ٹکنے لگا اور پھر تو نمبر ٹو وجہی بن گیا۔ اس نے اندھا دھنڈ جوزف کے بندھے ہوئے جسم پر ہنڑ پرستی شروع کر دیئے۔

شراب، شراب کی آوازوں سے کمرہ گونج اٹھا۔ تمام نقاب پوش کمرے کے کونوں میں سہے ہوئے کھڑے تھے لیکن ہنڑ کی شراب سے زیادہ اوپنجی آواز جوزف کے منہ سے نکل رہی تھی۔ تقریباً اسی آواز سے ملتی جلتی شراب، شراب، شراب، شراب۔ جوزف کا سارا جسم لہو لہاں ہو گیا۔ چہرے پر ہنڑ کی ضربات سے آڑھی تر چھپی سرخ

”اسے پہلے اچھی طرح باندھ لو پھر اسے ہوش میں لے آؤ“..... نمبر ٹو نے انہیں حکم دیا اور نقاب پوشوں نے پھرتی سے جوزف کو اٹھا کر کمرے کے درمیان پڑی ہوئی ایک بہت بڑی میز پر لٹا دیا۔ میز کی سائیڈوں پر چڑیے کے موٹے موٹے تسلی فٹ تھے۔ ان تسلوں کے ذریعے جوزف کے بے ہوش جسم کو اچھی طرح کس دیا گیا۔ ایک نقاب پوش نے آگے بڑھ کر کونے میں فٹ ایک چھوٹی سی الماری کھوئی اور الماری کے اوپر والے خانے سے ایک زرد رنگ کی ٹیشی اٹھا کر جوزف کی طرف مڑا۔ اس نے جوزف کے قریب آ کر ٹیشی اس کی ناک کے ساتھ لگا دی۔ تقریباً ایک لمحے بعد جوزف نے کہماں شروع کیا اور پھر اسے زور دار چھینک آئی۔ نقاب پوش نے ٹیشی ہٹا لی۔ جوزف نے آنکھیں کھول دیں اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ اس نے اٹھنے کے لئے زور لگایا لیکن تسلوں میں کسا ہونے کی وجہ سے وہ ہلنے سے مغذور تھا۔ اس نے سرخ آنکھوں سے چاروں طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ شدید غصے کی وجہ سے گھڑا ہوا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی ریچھ بے بس پڑا ہو۔

”کون ہوتم“..... اچانک نمبر ٹو نے کڑکتے ہوئے لمحے میں پوچھا۔

”پہلے مجھے شراب دو پھر میں بتاؤں گا کہ میں کون ہوں“۔ جوزف نے انتہائی غصیلے لمحے میں کہا۔

لکپرلوں کا جال سا بن گیا تھا۔ جوزف آنکھیں بند کئے لگا تار شراب
شراب کی رٹ لگائے ہوئے تھا۔ ایک دفعہ بھی اس کے منہ سے
سکاری نہ نکلی۔ واقعی یہ قوت برداشت کی انہتا تھی۔

”باس“..... اچانک ایک نقاب پوش بول اٹھا۔

”کیا ہے“..... نمبر ٹونے غصے سے پھنکارتے ہوئے کہا۔

”باس۔ میرے خیال میں یہ شخص شراب کا بہت رسیا ہے اور
اسی لئے شراب مانگ رہا ہے“..... نقاب پوش نے خیال ظاہر کرتے
ہوئے کہا۔

”ہوں“..... نمبر ٹونے سوچتے ہوئے کہا۔

”کون سی شراب پیو گے“..... اچانک نمبر ٹونے جوزف سے
مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

”وہ سکی“..... جوزف نے آنکھیں کھول کر نمبر ٹو کی طرف دیکھتے
ہوئے جواب دیا۔

”وہ سکی کی ایک بوقل لاو“..... نمبر ٹونے ایک نقاب پوش کو حکم
دیا۔

”نہیں۔ ایک سے کام نہیں چلے گا“..... جوزف نے ٹوک دیا۔

”پھر“..... نمبر ٹونے حیرت سے کہا۔

”میں وس بوتلوں سے کم نہیں پیا کرتا“..... جوزف نے
لا پرواہی سے جواب دیا۔

”کیا کہا دس“..... نمبر ٹو حیرت سے چیخ پڑا۔ اس کی آنکھوں

سے بے یقینی صاف عیاں تھی۔

”ہاں۔ ہاں۔ دس۔ لیکن تم حیرت زدہ کیوں ہو گئے۔ کیا زیادہ
ہیں“..... جوزف نے اس طرح کہا جیسے وہ دس بوتلوں کو پرکاہ کی
حیثیت بھی نہ دے رہا ہو۔

”لیکن تم دس بوتلیں پینے پیتے تو چار دن لگا دو گے“..... نمبر ٹو
نے کہا۔

”صرف آدھا گھنٹہ لگے گا“..... جوزف نے جواب دیا۔
”آدھا گھنٹہ۔ دس بوتلیں پینے کے بعد ہمارے سوالوں کا جواب
دو گے“..... نمبر ٹو کا لہجہ اب ترم تھا۔

”ہاں۔ ہاں۔ کیوں نہیں“..... جوزف نے اسے تسلی دی۔
”او کے۔ نمبر تھری الیوں۔ اس کے لئے دس بوتلیں واسکی لے
آؤ اور تم نمبر ڈبل سکس اس کے زخموں کی بینڈنچ کرو“..... نمبر ٹو
نے دونقاب پوشوں کو حکم دیتے ہوئے کہا۔

”بینڈنچ۔ بینڈنچ۔ رہنے دو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تھوڑا سا گندہ
خون جسم سے نکل جائے تو اچھا ہوتا ہے“..... جوزف نے یہ الفاظ
کچھ اس طرح بے پرواہی سے کہے جیسے اس کے جسم پر ایک ہلکی سی
خراش آئی ہو اور اس سے دو تین قطرے خون ٹکپ گئے ہوں
حالانکہ اس کا سارا جسم لہولہاں ہو رہا تھا۔ چہرے پر سارا خون ہی
خون پھیلا ہوا تھا۔

نمبر ٹو جوزف کی بہادری اور قوت برداشت سے مرعوب ہو گیا۔

مرعوبیت کے آثار اس کی آنکھوں سے صاف طور پر واضح تھے۔
اس نے میں تھری ایون ایک ٹرالی میں دس بوتیں وہ سکی رکھے کرے
میں داخل ہوا۔ اس نے ٹرالی جوزف کی میز کے قریب کھڑی کر
دی۔

”اس کے ہاتھ کھول دو“..... نمبر ٹو نے حکم دیا اور تھری ایون
نے آگے بڑھ کر جوزف کی گردان، سینے اور ہاتھوں پر بندھے
ہوئے تھے کھول دیئے جوزف اسی میز پر بیٹھ گیا۔ ابھی تک اس کی
ٹانگیں میز سے بندھی ہوئی تھیں۔ جوزف نے ہاتھ بڑھا کر ٹرالی
سے ایک بوتل اٹھائی۔ اس کا ڈھلننا توڑا اور پھر اس سے منہ سے لگا
لیا۔ تمام نقاب پوش حیرت سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ جوزف نے
بوتل کو اس وقت منہ سے علیحدہ کیا جب اس سے آخری قطرہ بھی
اس کے حلق میں پہنچ گیا۔

زخموں کی وجہ سے اس کی پیاس بڑھ گئی تھی۔ وہ بوتلوں پر
بوتلوں چڑھاتا چلا گیا۔ سب نقاب پوش اسے اس طرح حیرت سے
دیکھ رہے تھے جیسے ان کے سامنے دنیا کا آہوں عجوبہ آ گیا ہو یا
کہ بچوں کے سامنے جیسے کوئی مداری حیرت انگیز کھیل دکھا رہا ہو۔
واقعی تھی بھی حیرت انگیز اور نرالی بات کہ ایک آدمی وہ سکی کی بوتلوں
پر بوتلوں پیتا چلا جائے بغیر سوڈا یا پانی ملائے۔ جوزف نے سات
بوتلوں پی کر قدرے اطمینان کا سائنس لیا۔ اب اس کا دماغ روشن ہو
رہا تھا۔ اسے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ آہستہ آہستہ ہوش میں آتا

”تم کہیں نہ میں آؤٹ نہ ہو جاؤ“..... نمبر ٹو نے بوتلوں کی
تعداد اور جوزف کے پینے کے انداز سے گھبرا تے ہوئے کہا۔

”سرٹ۔ میں پچاس بوتلوں اور پی جاؤں شب بھی میں آؤٹ
نہیں ہو سکتا“..... جوزف نے اطمینان سے جواب دیا۔

پھر اس نے دسویں بوتل بھی منہ سے لگا لی۔ شراب کے علاوہ
انہیں حیرت اس بات پر تھی کہ بہر حال نہ ایک طرف رہا دس بوتلوں
میں اچھا خاص سیال آ جاتا ہے۔ ایک آدمی کے پیٹ میں اتنا سیال
بیک وقت کیسے جا سکتا ہے لیکن سب کچھ نقاب پوشوں کے سامنے
ہو رہا تھا اور وہ حیرت سے بہت بنے ہوئے تھے۔ یقین کرنا ہی پڑ
رہا تھا جوزف نے دسویں بوتل کا آخری قطرہ بھی حلق میں انڈیلیں لیا
اور پھر اس نے بوتل منہ سے علیحدہ کی۔ دوسرے لمحے ایک دھماکہ
ہوا اور بوتل نمبر ٹو کے سر پر جا پڑی۔ وہ لہرا تا ہوا وہیں فرش پر ڈھیر
ہو گیا۔ یہ کارنامہ جوزف کا تھا۔

واقعی دس بوتلوں پی کر اسے ہوش آ گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ
دوسرے نقاب پوش کچھ سمجھتے، جوزف نے ان پر خالی بوتلوں کی
بارش کر دی۔ خالی بوتلوں اس کی میز پر پڑی ہوئی تھیں۔ اس کی
پھرتی اور تیزی قابل دید تھی۔ چند ہی لمحوں بعد تمام نقاب پوش فرش
پر ڈھیر پڑے تھے۔ ان کے سروں سے خون تیزی سے پہہ رہا تھا۔
جوزف نے جلدی جلدی اپنی ٹانگوں پر کے ہوئے تھے کھولے اور

پھر اچھل کر میز سے نیچے اتر آیا۔ اس نے کمرے کا دروازہ کھول کر ادھر ادھر جھانکا۔ یہ دروازہ ایک طویل گیلری میں واقع تھا۔ گیلری سمندان تھی۔ جوزف نے سوچا۔ اگر اس طرح میں باہر نکلا تو راستہ میں کوئی نہ کوئی مل جائے گا اور پھر گرفتار ہو جاؤں گا۔ اس نے ایک ترکیب سوچی اور پھر اس نے نقاب پوشوں کو انھا انھا کر صوفیوں کے پیچھے ڈالنا شروع کر دیا۔ اس نے اپنا خون آلو دلباس نثار کر نمبر ٹو کو پہنایا اور خود اس کا لباس پہن لیا۔ چہرے پر اس کا سرخ نقاب چڑھا لیا۔ گو جوزف کو نمبر ٹو کا لباس بڑی مشکل سے آیا تھا کیونکہ نمبر ٹو جسم میں اس سے ہلاکتا تھا لیکن بہر حال اس نے کسی نہ کسی طرح اسے پہن لیا۔ اس نے نمبر ٹو کے چہرے پر بھی نقاب اوزھ دیا۔ پھر وہ کری پر بیٹھ گیا۔ اس نے کونے والی میز میں لگا ہوا ایک سرخ رنگ کا بٹن دبا دیا۔ چند لمحے بعد دونقاب پوش ہاتھوں میں برین گنگیں لئے کمرے کے اندر داخل ہوئے۔ انہوں نے سر جھکا کر مسُود بانہ انداز میں جوزف کو سلام کیا۔

”دیکھو۔ اس کو انھا کر میرے ساتھ چلو، میں اسے جنگل میں پھینکنا چاہتا ہوں“..... جوزف نے حتی الوضع نمبر ٹو کی آواز نکالتے ہوئے کہا۔

”باس۔ باس۔ مم۔ مم۔ مگر ہم خود ہی چھوڑ آئیں گے۔ آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں؟“..... ان میں سے ایک نے ڈرتے ڈرتے کہا کیونکہ وہ کمرے کے ماحول پر ایک نظر ڈال چکا تھا۔ تمام

کمرے میں خون پھیلا ہوا تھا۔ ٹوٹی ہوئی بولتوں کے ٹکڑے پکھرے پڑے تھے۔ میز خون سے لخت پت تھی۔ اس نے سوچا۔ باس آج انتہائی غصے میں ہے۔

”شٹ اپ۔ جو میں کہہ رہا ہوں وہ کرو“..... جوزف غصے سے دھاڑا۔ دونوں نقاب پوش سہم گئے۔ نمبر ٹو کا غصہ دیکھ کر ان کے اوسان بھی خطا ہو گئے۔ انہوں نے برین گن ایک طرف رکھ دیں اور پھرتی سے جھک کر بے ہوش نمبر ٹو کو انھا لیا۔ جوزف نے آگے بڑھ کر ایک برین گن انھا لی اور پھر وہ دونوں نقاب پوش اپنے باس نمبر ٹو کو کاندھے پر لادے آگے آگے چل رہے تھے اور پیچھے پیچھے جوزف نمبر ٹو کا روپ دھارے ہاتھ میں برین گن پکڑے چل رہا تھا۔ راستے میں کئی نقاب پوشوں سے مکڑاڑ ہوا لیکن وہ جوزف کے چہرے پر سرخ نقاب دیکھ کر ادب سے جھک جاتے۔ جوزف گیلریوں سے گزرتے ہوئے ایک بار پھر اسی کمرے میں پہنچ گیا جہاں اسے شیشے کی دیواروں میں قید کیا گیا تھا۔ ایک نقاب پوش نے آگے بڑھ کر سونچ بورڈ پر لگے ہوئے ایک بٹن کو دبا دیا ایک ہی لمحے میں سیڑھیاں نیچے لک آئیں۔ وہ سب سیڑھیاں چڑھتے گئے۔ سیڑھیوں کے اختتام پر ایک دروازہ موجود تھا۔ دروازے کے پینڈل کو نقاب پوش نے تین بار مخصوص انداز میں گھماایا تو دروازہ کھل گیا اور وہ باہر نکل آئے۔ جوزف نے باہر نکل کر دیکھا اور پھر اس کی حریت کی انتہائی رہی جب اس نے دیکھا کہ وہ ایک ہڑے درخت

کے تنے سے نکلے ہیں۔ ان کے باہر نکلتے ہی دروازہ بند ہو گیا۔ اب محسوس بھی نہیں ہوتا تھا کہ اس درخت میں بھی دروازہ ہو سکتا ہے۔ اس وقت صحیح صادق ہو رہی تھی۔ جنگل پرندوں کی مختلف آوازوں سے گونج رہا تھا۔ جوزف نے درخت کو ذہن میں رکھ لیا پھر وہ جنوبی سائیڈ میں آگے بڑھنے لگا۔ کافی دور آنے کے بعد وہ رک گیا۔

”اسے بھیں ڈال دو“..... اس نے نقاب پوشوں کو حکم دیا اور نقاب پوشوں نے نمبر ٹو کو بیچے گھاٹ پر ڈال دیا۔ اسی لمحے جوزف نے اپنے چہرے سے نقاب اتار دی۔ نقاب پوش اس کی شکل دیکھ کر حیران رہ گئے۔

لیکن اس سے پہلے کہ وہ کوئی اور بات کرتے، جوزف کے ہاتھ میں کپڑی ہوئی برین گن پورے زور سے گنگنائی اور دونوں نقاب پوشوں کے جسم میں سینکڑوں گولیاں پیوسٹ ہو گئیں۔ ایک لمحے کے لئے نقاب پوشوں کا جسم ہوا میں لہرایا اور وہ پھر دھماکے سے گھاٹ پر جا گرے۔ وہ بغیر کوئی آواز نکالے ڈھیر ہو گئے۔ جوزف نے پھر تی سے نمبر ٹو کے چہرے سے نقاب اتار دی اور پھر اسے اٹھا کر کاندھے پر ڈالنے لگا لیکن پھر رک گیا کیونکہ نمبر ٹو ختم ہو چکا تھا اس لئے وہ تنہا ہی تیزی سے جنگل میں دوڑتا چلا گیا۔

آدمی رات کا وقت تھا۔ سڑکیں بیوہ کی ماگ کی طرح خالی تھیں۔ کھبروں پر لگے ہوئے بجلی کے کم پاور کے بلب اندر ہرے کے خلاف جنگ کرنے کی ناکام کوشش کر رہے تھے۔ کبھی کبھی کوئی کار وہاں سے گزرتی تو اندر ہمرا وقتی طور پر اپنی بخشست تسلیم کر لیتا لیکن اس کے گزرنے کے بعد پھر اس کی بادشاہت ہوتی۔ جنگل اس وقت انتہائی بھیانک لگ رہا تھا۔ گھری تاریکی خوفناک اور اعصاب شکن تھی لیکن ایک موڑ سائیکل جس کا ہمیڈ یمپ تاریک تھا جنگل میں بنی ہوئی چھوٹی سی پگڈٹندی پر دوڑ رہی تھی۔ موڑ سائیکل کی رفتار کافی تیز تھی۔ موڑ سائیکل سوار ایک نوجوان شخص تھا جو جسمانی لحاظ سے دبلا پتلا تھا لیکن اس کی آنکھیں اندر ہرے میں بلیوں کی طرح چمک رہی تھیں۔ اس کے جسم پر سیاہ لباس تھا۔ اچانک جنگل شیر کی خوفناک دھاڑ سے گونج اٹھا لیکن موڑ سائیکل ایک لمحہ کے لئے بھی نہ لہرائی جس سے صاف ظاہر تھا کہ موڑ

سائیکل سوار مضبوط اعصاب کا مالک تھا۔ اب وہ جنگل کے درمیان پہنچ چکا تھا۔ اس نے موڑ سائیکل روک دی اور پھر اسٹینڈ پر کھڑی کر کے وہ ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ بغور چاروں طرف دیکھ رہا تھا پھر اس نے اپنی کلامی میں بندھی ہوئی ریڈیم ڈائل گھری پر ایک نظر ڈالی اور پھر جیب سے ایک عجیب ساخت کا پستول نکال لیا۔ اس نے پستول کا رخ آسمان کی طرف کیا اور ٹریگر دبا دیا۔ ایک ہلکے سے زٹانے کے ساتھ کوئی چیز نالی سے نکل کر فضا میں پرواز کر گئی اور پھر دور ایک ستارہ سا چمکا اور پھر لکیر بناتا ہوا اندر ہیرے میں گم ہو گیا۔ یہ ایک مخصوص سگنل تھا۔ اس نے پستول واپس جیب میں ڈالا اور پھر بغور آسمان کی طرف دیکھنے لگا۔ تقریباً ایک منٹ بعد اسے آسمان پر اسی طرح کا ایک ستارہ ٹوٹتا ہوا نظر آیا۔ دوسرے ستارے کو دیکھ کر وہ چونک پڑا۔ اس کی آنکھوں میں اضطراب نمایاں ہو گیا۔ دوسرے ستارے کے چند منٹ بعد تیرا ستارہ بھی ٹوٹنا نظر آیا تو اس کے اضطراب میں کچھ کمی آگئی۔ اس نے پھرتی سے موڑ سائیکل سنjalala اور پھر موڑ سائیکل آگے دوڑنے لگی۔ اب اس کی رفتار پہلے سے زیادہ تھی۔ اس کا رخ شمال کی طرف تھا۔ کافی دور جانے کے بعد اچانک دور سے ایک درخت پر ایک جگنو سا چمکتا دیکھ کر اس نے موڑ سائیکل کی رفتار آہستہ کر دی۔ تھوڑی دور جا کر اس نے موڑ سائیکل روک دی۔

پھر اچانک درختوں کی اوٹ سے چند سائے نکلے اور انہوں نے

اسے پھرتی سے گھیر لیا۔ ان سب کے ہاتھوں میں بھاری برین گئیں تھیں۔

”کوڑا“..... ان میں سے ایک نے کرخت لبھے میں پوچھا۔ ”دس کروڑ میں دو شیطان“..... اس نوجوان نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ تو ان سب کی برین گئیں پیچی ہو گئیں۔ ”گذ نائٹ سر“..... پوچھنے والے نے انتہائی موددانہ لبھے میں کہا۔

”گذ نائٹ“..... نوجوان نے جواب دیا۔ ”تشریف لائیے سر“..... اس نقاب پوش نے ایک درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”نمبر ٹو کہاں ہے“..... نوجوان نے آگے بڑھنے کی بجائے حیرت سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

”آپ تشریف لائیے۔ آپ کو ساری تفصیل ابھی بتا دی جائے گی“..... اس آدمی نے جواب دیا اور پھر نوجوان چل پڑا۔ تھوڑی دور ایک بہت بڑے درخت کے تنے کے قریب پہنچنے کے بعد لے جانے والے نوجوان نے نجانے کیا کیا کہ اچانک تنے میں ایک دروازہ بن گیا اور پھر وہ نیچے اتر گئے۔ تھوڑی دیر بعد وہ نوجوان ایک بجے سجائے کمرے میں موجود تھا۔ اس کے سامنے وہ نقاب پوش کھڑے تھے جو اسے یہاں تک لائے تھے۔

نوجوان، جو مرزا اشفاق تھا نے انتہائی سخت لمحے میں پوچھا۔

”درالصل وہ بھی اس کے نمبرٹو والی نقاب سے دھوکا کھا گئے۔“

نقاب پوش نے ادب سے کہا۔

”ہوں“..... مرزا اشفاق نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ چند لمحے تک کچھ سوچتے کے بعد وہ کری سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”ٹھیک ہے نمبر تھری۔ اب میں خود یہاں موجود رہوں گا۔ معاملہ کچھ سیر لیں ہوتا جا رہا ہے۔“..... مرزا اشفاق نے کہا۔

”ہمیں خوشی ہو گی سر“..... نمبر تھری نے جواب دیا۔

”اچھا چلو۔ مجھے پروڈکشن دکھاؤ“..... مرزا اشفاق نے کہا۔ ان پر باپسپر استعمال کئے لیکن وہ بخی گئے۔ اچانک ایک شیر اوہر انکلا اور پھر ان میں سے ایک آدمی شیر سے الجھ پڑا۔ نیتھنا وہ شیر کے ہاتھوں شدید زخمی ہو کر ختم ہو گیا۔ دوسرے کو گرفتار کر کے ہم یہاں لے آئے۔ وہ ایک لمبا تر زنگا نیگرو تھا۔ یہاں سے اس نے ایک دفعہ بھاگنے کی کوشش کی لیکن ہمارے آدمی کی ذہانت کی وجہ سے اسے دوبارہ گرفتار کر لیا گیا۔ باس نمبر تو اس پر اپنے کرے میں تشدید کر رہے تھے اور پوچھ پکھ کر رہے تھے لیکن وہ نیگرو نجات کیسے ہمارے چار آدمیوں کا سر پھاڑ کر نمبرٹو پر غالب آ گیا اور پھر نمبرٹو کا روپ اختیار کر کے وہ اڑے سے باہر نکل گیا۔ نمبرٹو کی لاش ہمیں جنگل میں ملی۔..... نقاب پوش نے کہا۔

”اڑے کے باہر موجود مگر انوں نے اسے چیک نہیں کیا۔“

کیپٹن شکلیل، صفتدر اور جولیا اس وقت ریاست پر یہم نگر کے ہوٹل سن رائز میں موجود تھے۔ وہ آج پہلی مقامی فلاٹ سے یہاں پہنچے تھے۔ ایکسو نے انہیں عمران کی مدد کے لئے بھیجا تھا۔ ایکسو نے ہبھی بتایا تھا کہ وہ ہوٹل سن رائز میں جا کر ٹھہریں۔ عمران خود ان سے رابطہ قائم کرے گا لیکن شام تک عمران نے ان سے رابطہ قائم نہیں کیا تھا۔ وہ تینوں سخت بور ہو رہے تھے۔ تینوں علیحدہ علیحدہ کمروں میں تھے اور ایکسو کی ہدایت کے مطابق انہوں نے آپس میں شناسائی بھی ظاہر نہیں کی تھی۔

وہ ہوٹل سے باہر بھی نہیں جا سکتے تھے کہ نامعلوم کس وقت عمران رابطہ قائم کرے۔ اس وقت تینوں ڈامنگ ہال میں علیحدہ علیحدہ میزوں پر موجود تھے۔ کیپٹن شکلیل کے قریب والی میز پر دو مقامی بیٹھے ہوئے چائے پینے کے ساتھ ساتھ باقیں بھی کر رہے تھے۔ اچانک ان میں سے ایک کی آواز کیپٹن شکلیل کے کانوں میں پھیل

پڑی۔

”میں کہتا ہوں۔ ضرور کوئی غیر ملکی پارٹی ہمارے مقابلے میں آ گئی ہے۔“..... ایک آدمی نے کہا۔

”لیکن غیر ملکی پارٹی کو ہمارے مشن کا پتہ کیسے چلا،“..... دوسرا شخص بولا۔

کیپٹن شکلیل کو معاملہ کچھ پراسرار لگا اور دیسے بھی وہ فارغ تھا اس لئے وہ دفع الوقت کے لئے ان کی گفتگو میں دلچسپی لینے لگا۔

”اس پر تو مجھے بھی حیرت ہے۔ ہاں اگر توشینہ خودکشی نہ کر لیتی تو راز معلوم ہو جاتا۔“..... پہلے نوجوان نے کہا۔

”ویسے ایک بات کہوں۔ باس نے اس پر تشدد بھی انتہائی بھیانک انداز میں کیا تھا۔“..... دوسرے نے کہا۔

”ہاں۔ باس انتہائی سخت دل اور چالاک ہے اس لئے تو وہ شیطان کے نام سے مشہور ہے۔“..... پہلے نوجوان نے کہا۔

”ویسے وہ غیر ملکی نوجوان پھر کہیں نظر نہیں آیا۔“..... دوسرے نوجوان نے کہا۔

”اسے ڈھونڈنے کی بے حد کوشش کی گئی ہے لیکن وہ تو ایسا غائب ہوا ہے جیسے گھر کے سر سے سینگ۔“..... پہلے نوجوان نے کہا۔

”آج باس کا کیا پروگرام ہے۔“..... دوسرے نوجوان نے کہا۔

”آج باس نے تمام آدمیوں کو حکم دیا ہے کہ وہ شہر میں پھیل

جائیں۔ اور مشتبہ آدمیوں پر نظر رکھیں کیونکہ مشن سمجھیل کے قریب ہے۔ اس وقت بے انتہا احتیاط کی ضرورت ہے۔..... پہلے نوجوان نے کہا۔

”کیا صرف غیر ملکی لوگوں پر نظر رکھنی ہے۔..... دوسرے نے پوچھا۔

”یہ ضروری نہیں جو بھی مشتبہ نظر آئے۔..... پہلے نے کہا۔ کیپٹن شکیل سمجھ گیا کہ یہ معاملہ واقعی پراسرار ہے لیکن اب وہ اس شش و پیش میں تھا کہ آیا اس کا تعاقب کر کے کچھ مزید معلومات حاصل کی جائیں یا انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے کیونکہ ہو سکتا ہے یہ بالکل غیر متعلق معاملہ ہو اور خواہ مخواہ وقت ضائع ہونے کا باعث بنے۔ ان دونوں نے بیرے کو بل لانے کا کہا یعنی اب وہ اٹھنے والے تھے۔ صدر، کیپٹن شکیل سے چند میزیں دور بیٹھا اخبار پڑھ رہا تھا۔ کیپٹن شکیل نے فیصلہ کیا کہ ان کا تعاقب کیا جائے یہاں خالی بیٹھنے سے کچھ نہ کچھ کر لینا کہیں بہتر ہے۔ اس نے صدر کی طرف دیکھا۔ صدر اخبار پڑھنے میں بڑی طرح منہمک تھا۔ کیپٹن شکیل نے بیرے کو بلاایا اور اسے اشارے سے سمجھا کر کہا کہ یہ کارڈ اس میز پر بیٹھے ہوئے آدمی کو دے آؤ۔ بیرہ کارڈ لے کر پھرتی سے صدر کی طرف بڑھ گیا۔ کیپٹن شکیل بل پہلے ہی دے چکا تھا۔ بیرہ نے صدر کو جیسے ہی کارڈ دیا۔ صدر چوک پڑا۔ اس نے بے اختیار کیپٹن شکیل کی طرف دیکھا اور کیپٹن شکیل نے

اسے ایک مخصوص اشارہ کر دیا پھر اٹھ کر ہال سے باہر چلا گیا۔ وہ دونوں آدمی بھی ہال سے باہر نکل چکے تھے۔

دونوں ایک ہی کار میں بیٹھ گئے اور پھر تھوڑی درج بعد ان کی کار ہوٹل کے کمپاؤنڈ سے باہر نکل گئی۔

کیپٹن شکیل نے ہوٹل کے باہر کھڑی ہوئی خالی ٹیکسیوں میں سے ایک آنکھ کی اور اسے کار کے پیچے چلنے کی ہدایت کی۔ ڈرائیور نے کچھ پس و پیش کرنا چاہا تو کیپٹن شکیل نے دو بڑے نوٹ اس کے ہاتھ میں دے دیئے۔ نتیجہ خوشگوار نکلا۔ کار مختلف مردوں سے ہوتی ہوئی پہلے ایک گھٹی کے باہر رکی۔ ان میں سے ایک آدمی اتر کر گھٹی میں چلا گیا۔ کار آگے گئے بڑھ گئی۔ کیپٹن شکیل کی ٹیکسی بدستور کار کے پیچے گلی رہی کیونکہ اسے علم تھا کہ صدر اس کے پیچے آ رہا ہو گا اور وہ یہیں رک جائے گا۔ اچانک کار ایک سنان سڑک پر تیزی سے دوڑنے لگی۔ اب اس کار اور کیپٹن شکیل کی ٹیکسی کے درمیان اور کوئی کار یا ٹیکسی نہیں تھی اس لئے کیپٹن شکیل نے سوچا کہ کار والے کو تعاقب کا شہر ضرور ہو جائے گا لیکن اس نے ٹیکسی کو روکا نہیں۔ کافی دور جا کر کار کی رفتار اچانک آہستہ ہونا شروع ہو رکا نہیں۔ سامنے ایک چوک تھا پھر کار بائیں طرف مڑ گئی۔ کیپٹن شکیل کی کار بھی اوھر ہی مڑی۔ اچانک کیپٹن شکیل نے دیکھا کہ چوک کے دائیں سائیڈ سے ایک اور کار اس کے پیچے لگ گئی ہے۔ تو یہ بات ہے۔ کیپٹن شکیل نے سوچا۔ اب اسے معاملہ کی

پر اسرایریت پر کامل یقین ہو گیا۔ اچانک آگے جانے والی کار سڑک کے درمیان میں رک گئی۔ اس نے سڑک کو گھیر رکھا تھا۔
”اب کیا کروں صاحب“..... ڈرائیور نے کیپٹن شکلی سے پوچھا۔

”تم بھی میکسی روک دو“..... کیپٹن شکلی نے اطمینان سے کہا۔
ڈرائیور نے میکسی کار کے پیچھے روک دی۔ پیچھے آنے والی کار بھی میکسی کے قریب آ کر رک گئی اور کیپٹن شکلی بڑے اطمینان سے میکسی میں بیٹھا رہا۔ اس نے ڈرائیور کو کہا کہ وہ ہارن دیتا رہے۔
اگلی کار سے وہی آدمی لگا اور پھر وہ کیپٹن شکلی کی طرف آیا۔ اس نے پچھلی کار میں سے دو آدمی اتر کر میکسی کے قریب پہنچ گئے۔
”آپ شرافت سے نیچے اتر آئیں“..... اگلی کار والے نوجوان نے کیپٹن شکلی سے کہا۔

”لیکن میں تو میکسی میں بیٹھا ہوں شرافت پر تو نہیں“..... کیپٹن شکلی نے اسی اطمینان سے جواب دیا۔

”نیچے اترو“..... اچانک اس کے ہاتھ میں ریوالور چمکنے لگا اور اس کا لہجہ بھی سخت ہو گیا۔ دوسری طرف کھڑے پچھلی کار والوں نے بھی ریوالور نکال لئے۔ میکسی ڈرائیور گھبرا گیا۔ کیپٹن شکلی خاموشی سے میکسی کا دروازہ کھول کر نیچے اتر آیا۔ اس کا چہرہ حسب معمول سپاٹ تھا۔

”اور کوئی حکم جناب“..... اس نے نیچے اتر کر بڑے مہذب

انداز میں پوچھا۔

”کار کی طرف چلو“..... نوجوان نے ریوالور اس کی پشت پر لگاتے ہوئے کہا۔

”چلیئے صاحب۔ اگر آپ میرے پیسے ہی بچانا چاہتے ہیں تو مجھے خوشی ہو گی“..... کیپٹن شکلی نے لاپرواہی سے کندھے جھکلتے ہوئے کہا اور اگلی کار کی طرف چل پڑا۔

”سنو ڈرائیور۔ ہم تمہیں کچھ نہیں کہتے۔ تمہاری میکسی کا نمبر ہم نے نوٹ کر لیا ہے اگر تم نے اس واقعہ کی اطلاع پولیس کو دی تو تمہیں سرعام گولی مار دی جائے گی۔ اب تم جا سکتے ہو“..... اس نے ڈرائیور کو مخاطب ہو کر کہا اور ڈرائیور نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ کیپٹن شکلی خاموشی سے جا کر اگلی کار میں بیٹھ گیا۔ پچھلی کار والوں میں سے ایک ریوالور کھڑے کیپٹن شکلی کے ساتھ بیٹھ گیا۔ کار چل پڑی۔ کیپٹن شکلی نے مسکرا کر ساتھ بیٹھے نوجوان کی طرف دیکھا۔

”ریوالور جیب میں ڈال لو۔ خواہ مخواہ کا بوجھ اٹھا کے بیٹھے ہو“..... کیپٹن شکلی نے کہا۔

”شٹ آپ“..... نوجوان نے اکھڑ لجھے میں کہا۔
کیپٹن شکلی بے نیازی سے سامنے دیکھنے لگا۔ کار مختلف سڑکوں سے ہوئی ہوئی دوبارہ اسی کوٹھی کے سامنے جا کر کر کی جہاں پہلا آدمی اتر اتھا۔ کیپٹن شکلی سمجھ گیا کہ اسے ٹریپ کرنے کے لئے وہ

کار آگے لے گئے تھے۔ اسی چیز کا پتہ چلانے کے لئے تو وہ خاموشی سے ان کے ساتھ چلا آیا تھا۔ کیپشن شکلیل کو کار سے اتار کر کوٹھی کے اندر لے جایا گیا۔ مختلف کروں سے ہوتے ہوئے وہ ایک ہال میں پہنچے۔ وہاں ایک دبلا پتلا اور طویل القامت مقامی شخص پہلے سے موجود تھا۔ اس نے کیپشن شکلیل کو دیکھ کر عجیب سما منہ بنایا۔

”کون ہے یہ؟“..... اس نے کیپشن شکلیل کے ساتھ آنے والوں سے پوچھا۔

”باس۔ یہ شخص ہوٹل سن رائز سے ہمارا تعاقب کر رہا تھا۔“..... اگلی کار والے نوجوان نے موڈ بانہ انداز میں جواب دیا۔

”ہوں۔ کون ہو تم؟“..... اس نے براہ راست کیپشن شکلیل سے پوچھا۔

”ایک سیاح“..... کیپشن شکلیل نے اطمینان سے جواب دیا۔

”تم اس کا تعاقب کیوں کر رہے تھے؟“..... اس نے پوچھا۔

”ان کو غلط فہمی ہوئی ہے“..... شکلیل نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

”اے گولی مار دو“..... باس نے حکم دیتے ہوئے کہا اور ساتھ کھڑے نوجوان نے روپالور کے ٹریگر پر انگلی رکھ دی۔ کیپشن شکلیل نے سوچا کہ اب پکھ کرنا چاہئے۔ صرف لاپرواہی سے پکھنے ہو گا۔ اسی لمحے کمرے میں رنگھے ٹیلی فون کی گھٹتی زور زور سے بجھنے لگی تو

باس نے رسیور اٹھا کر کانوں سے لگالیا۔

”لیں۔ طالب اسپیلینگ“..... اس نے کہا۔

”مرزا اشfaq یوں رہا ہوں۔ کوڈ بتاؤ۔“.....

”شیطان“..... طالب نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

”طالب۔ میں مشن پر موجود ہوں۔ تمہارے لئے ایک کام نکل آیا ہے۔ نمبر ٹو کو جنگل میں لے جا کر قتل کر دیا گیا ہے۔ تم نے قاتلوں کا پتا چلانا ہے۔“..... مرزا اشFAQ نے کہا۔

”اوہ۔ یہ تو بہت برا ہوا۔ اس کا مطلب ہے ہمارا مشن دوسروں کی نظر میں آگیا ہے۔“..... طالب کے لمحے میں اختراب تھا۔

”ہاں۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ اب میں خود مشن پر موجود رہوں تاکہ اپنی گمراہی میں جلد از جلد کام کو تکمیل تک پہنچا سکوں۔“..... مرزا اشFAQ نے کہا۔

”اچھا کیا۔ میں کوشش کروں گا کہ قاتلوں کا پتہ جلد از جلد چلا سکوں۔ ہاں۔ میرے آدمیوں نے ایک آدمی کو ابھی ابھی ٹریپ کیا ہے۔ وہ ان کا تعاقب کر رہا تھا۔ اب وہ سامنے کھڑا ہے۔ میں نے اسے گولی مارنے کا حکم دے دیا ہے۔“..... طالب نے کہا۔

”انہائی غلط حکم دیا ہے تم نے۔ اس پر تشدد کر کے پتہ چلاو کہ وہ کس پارٹی سے تعلق رکھتا ہے اور کیوں تمہارے آدمیوں کا تعاقب کر رہا تھا۔ ہو سکتا ہے یہ اسی پارٹی کا آدمی ہو جس نے نمبر ٹو کو قتل کیا ہے۔“..... مرزا اشFAQ نے کہا۔

”لیکن اس پارٹی کو تمہارے اور میرے تعلق کا کیسے علم ہو سکتا ہے“..... طالب نے کہا۔

”ہونے کو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ ایک صرف ہم ہی شیطان نہیں۔ اس دنیا میں اور بھی بہت سے شیطان ہو سکتے ہیں“..... مرزا اشFAQ نے کہا۔

”اوے کے۔ میں پتہ کرتا ہوں“..... طالب نے ہستے ہوئے کہا۔
”جو کچھ معلوم ہو اس سے مجھے ضرور آگاہ کرنا“..... مرزا نے کہا۔

”اچھا“..... طالب نے کہا اور رسیور رکھ دیا۔ اب وہ کیپشن شکیل کی طرف بڑی خونخوار نظروں سے دیکھ رہا تھا اور کیپشن شکیل ویسے ہی لاپرواہی اور بے نیازی کا مجسمہ بننا کھڑا تھا۔

”اسے ستون سے باندھ دو“..... طالب نے گرجدار آواز میں اپنے ساتھیوں کو حکم دیا۔

کیپشن شکیل نے سوچا۔ اب موقع ہے کچھ کر گزرنے کا چنانچہ ایک آدمی جیسے ہی اس کے قریب آیا۔ کیپشن شکیل نے اپنی جگہ سے بھلی کی سی تیزی سے جمپ کیا اور دوسرے لمحے وہ طالب کے سامنے تھا۔

اس سے پہلے کہ طالب موقع کی نزاکت کو سمجھتا۔ شکیل نے پھر تی سے ہاتھ بڑھائے اور طالب ایک چکر کھا کر اس کے ہازوں کی گرفت میں آگیا۔ اب کیپشن شکیل طالب کی پشت پر تھا۔ کیپشن

شکیل کا ایک ہاتھ اس کی گردن کے گرد لپٹا ہوا تھا اور دوسرا اس کی کمر میں۔

”خبردار۔ اگر کسی نے گولی چاکی تو میں تمہارے پاس کی گردن توڑ دوں گا“..... کیپشن شکیل کی آواز میں تلوار کی سی کاٹ تھی۔ طالب کے ساتھی جواب اس اچانک اور اعصابی جھٹکے سے سنبھل گئے تھے۔ دوبارہ اپنی جگہ بے حس و حرکت ہو کر رہ گئے۔ طالب کیپشن شکل کی گرفت سے نکلنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا لیکن جیسے ہی وہ کوشش کرتا کیپشن شکیل اس کی گردن پر بازو کا دباؤ اور زیادہ بڑھا دیتا۔

”اپنے آدمیوں کو کھو ریوالور گرا دیں ورنہ“..... کیپشن شکیل نے اپنے ہازوں کو ایک زور دار جھٹکا دیتے ہوئے کہا۔

”گگ۔ گگ۔ گرا دو“..... طالب نے گھٹی گھٹی آواز میں کہا اور اس کے ساتھیوں نے پریشان ہو کر ریوالور پیچے گرا دیئے۔

”سب دائیں کونے میں سمٹ جاؤ“..... کیپشن شکیل نے کرخت آواز میں کہا اور وہ دونوں دائیں کونے میں سمٹ گئے۔ طالب کی آنکھیں گردن پر دباؤ کی وجہ سے باہر کو امیں رہی تھیں۔ اس کا چہرہ اذیت کی زیادتی کی وجہ سے بری طرح بگڑا گیا تھا۔

کیپشن شکیل اسے اپنے ساتھ گھینٹتا ہوا آگے دروازے کی طرف لے جانے لگا۔ جب وہ کمرے کے درمیان میں پہنچا تو طالب نے اپنا پیر زمین پر زور سے مارا اور اس سے پہلے کہ کیپشن شکیل اس کی

اس خطرناک حرکت کو سمجھتا، ایک جھٹکے نے ساتھ اس کے قدموں تلے سے فرش ہٹ گیا اور وہ دونوں تاریک غار میں گر گئے۔ گرتے ہوئے کیپین شکلیں کا سر زور سے اس خلاء کے کونے سے نکرا�ا اور پھر طالب کی گردان پر کیپین شکلیں کی گرفت کمزور ہوتی چلی گئی۔ کیپین شکلیں کے سر پر اچھی خاصی چوٹ لگی تھی۔ اسے بس اتنا یاد رہا کہ وہ تیزی سے نیچے گرتا چلا جا رہا ہے اور بس اور پھر اس کے ذہن پر تاریکی چھا گئی۔

صفدر، کیپین شکلیں کا اشارہ بخوبی سمجھے چکا تھا چنانچہ کیپین شکلیں کے ہال سے باہر نکلنے کے بعد وہ بھی ہال سے باہر نکلتا چلا گیا اور پھر اس کی نیکسی کیپین شکلیں کی نیکسی کے پیچھے ہی تھی۔ جب ایک کوٹھی کے باہر کار میں سے ایک آدمی اتر کر کوٹھی میں چلا گیا اور کیپین شکلیں کی نیکسی کار کے پیچھے آگئے بڑھ گئی تو اس نے وہیں رہ سکر کوٹھی کی نگرانی کرنا مناسب سمجھا۔ ویسے اسے اصل حالات کا علم تو نہیں تھا اور وہ یہ بھی جانتا تھا کہ ابھی تک عمران نے رابطہ قائم نہیں کیا لیکن اتنا تو وہ بھی سمجھتا تھا کہ کیپین شکلیں کسی خاص مقصد کے لئے ہی ان آدمیوں کا تعاقب کر رہا ہو گا ورنہ وہ وقت ضائع کرنے والے آدمیوں میں سے نہیں چنانچہ اس نے نیکسی وہیں سے رخصت کر دی اور خود پیدل چلتا ہوا کوٹھی کے سامنے سے ایک بار گزر گیا۔ کوٹھی خاصی وسیع و عریض تھی۔ کوٹھی کا پھائک بند تھا۔ اب

عیاری مجسم ہو کر رہ گئی تھی۔ وہ کافی دیر تک بیٹھا رہا۔ صدر نے دیکھا کہ اچانک ہال کا دروازہ کھلا اور پھر وہ یہ دیکھ کر چونکہ پڑا کہ کیپن شکل مسلح آدمیوں کے زندگی میں ہال میں داخل ہوا۔ صدر مناسب سمجھا۔ اس نے سوچا ہو سکتا ہے اندر جانا کیپن شکل کے مقاد میں نہ ہو۔

وہ ٹھہلتا ہوا آگے چل پڑا۔ وہاں ایسی کوئی جگہ نہ تھی جہاں وہ چھپ کر کوٹھی کی نگرانی کرتا۔ اس لئے وہ تھوڑی دیر تک تو کوٹھی کے سامنے ٹھہلتا رہا پھر اس نے کوٹھی کے اندر جانے کا فیصلہ کر لیا۔ چونکہ یونہی وہ کب تک ٹھہلتا رہتا۔ خواہ مخواہ اپنے آپ کو مشکوک بنا لینے والی بات تھی چنانچہ وہ گھوم کر کوٹھی کی پشت کی طرف چلا گیا اور پھر ایک درخت کے ذریعے ایک دیوار تک جا پہنچا۔ چند لمحے بعد وہ پائیں پانچ میں رینگ رہا تھا۔ کوٹھی خاصی خوبصورت اور اچھے ڈیزائن کی تھی۔ اس کی پچھلی طرف بھی ایک خوبصورت برآمدہ تھا۔

اس میں دو کروں اور ہال کے دروازے تھے۔ کوٹھی چونکہ دو منزلہ تھی اس لئے اس نے سوچا بہتر طریقہ یہ ہے کہ دونوں منزلوں کی درمیان والی گلری میں چھپا جائے پھر وہ رینگتا ہوا برآمدہ میں جا پہنچا۔ دائیں کونے میں سیرھیاں نظر آئیں اور پھر وہ سیرھیاں چڑھتا ہوا درمیانی گلری میں جا پہنچا۔ اس گلری میں نچلے کروں کے بڑے بڑے روشنداں تھے اس نے مختلف روشنداوں سے جھانکا۔ ایک بڑے کمرے میں اسے ایک طویل القامت دبلا پتلہ سما آدمی کری پر بیٹھا ہوا نظر آیا۔ اس کے چہرے پر شیطانیت اور

صدر یہ سوچ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔ کپا وہ اندر جائے یا پھر باہر رہ کر نگرانی کرے۔ آخر اس نے باہر رہ کر ہی نگرانی کرتا زیادہ مناسب سمجھا۔ اس نے سوچا ہو سکتا ہے اندر جانا کیپن شکل کے مقاد میں نہ ہو۔

پکڑی ہوئی تھی۔ حملہ آور نے ایک ہاتھ سے رائفل پکڑے رکھی اور دوسرے ہاتھ سے جھک کر صدر کا روپ اور اٹھا لیا۔ موقع بودا اچھا تھا۔ اگر صدر چاہتا تو حملہ آور کا مار لیا جانا کوئی زیادہ مشکل نہ تھا لیکن وہ خود ہی اسے طرح دے گیا کیونکہ وہ جلد سے جلد کیپٹن شکلیں تک پہنچنا چاہتا تھا اور یہ شخص یقیناً اسے دیں لے جاتا۔ چنانچہ وہی ہوا۔ روپ اور اٹھا کر جیب میں ڈال لینے کے بعد اس نے صدر کو کمرے سے باہر نکلنے کا حکم دیا اور پھر صدر اس کے آگے آگے کمرے سے باہر نکل آیا۔ اس کی رہنمائی میں وہ برآمدے میں چلتا ہوا ایک دوسرے کمرے میں پہنچا۔ اندر داخل ہو کر اس آدمی نے سوچ بورڈ پر لگا ہوا ایک بٹن دبایا اور سامنے دیوار میں ایک دروازہ کھل گیا۔ یہ ایک چھوٹے سے کمرے کا دروازہ تھا۔ اس کمرے کے کونے میں سیرھیاں موجود تھیں جو نیچے جا رہی تھیں۔ ان سیرھیوں کے ذریعے وہ ایک ہال میں پہنچ گئے۔ یہ وہی جگہ تھی جہاں صدر پہنچنا چاہتا تھا۔ سامنے ہی فرش پر کیپٹن شکلیں زخمی حالت میں پڑا ہوا تھا اور اس کے سر سے کافی مقدار میں خون پہہ کر محمد ہو چکا تھا اور وہ بے ہوش تھا۔ وہ طویل القامت شخص کیپٹن کے سرہانے کھڑا اسے معنی خیز نظروں سے بغور دیکھ رہا تھا۔ جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوئے اس طویل القامت نے اچانک سراٹھا کر انہیں دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں حیرت کی جھملیاں تھیں۔

دہاں پہنچ سکتا ہے لیکن بے انتہا پھرتی کے باوجود بھی جب وہ نیچے پہنچا تو برآمدہ خالی تھا۔ اب وہ آہستہ آہستہ ایک کمرے کی طرف بڑھا۔ اس کمرے کا دروازہ آؤھا کھلا ہوا تھا جیسے کوئی جلدی میں بند کرنا بھول گیا ہو۔ صدر نے اندازہ لگایا کہ اسی کمرے سے تمہارے کا راستہ جاتا ہو گا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے اوہر ادھر دیکھا اور پھر دروازہ کھول کر اندر گھس گیا۔ کمرہ خالی تھا۔ اس میں کسی قسم کا فرنیچر نہیں تھا۔ صدر کمرے کو خالی پا کر ایک لمحے کے لئے نٹک گیا اور اس نے چاروں طرف مجھس انداز میں دیکھنا شروع کیا۔ سامنے والی دیوار پر اسے شک ہوا اور وہ نزدیک ہو کر اسے بغور دیکھنے لگا۔ پھر اس نے ہاتھ سے دبا کر دیوار کو پرکھا۔ اچانک اسے احساس ہوا جیسے کمرے میں کوئی اور آ گیا ہو۔ اس سے پہلے کہ وہ مرتا ایک گرجدار آواز سے کمرہ گونج اٹھا۔ ”پیٹڈا اپ“..... ساتھ ہی رائفل کی نال اس کی کمر میں چھینے گئی۔

صدر نے ایک طویل سائیں لے کر ہاتھ میں پکڑے ہوئے روپ اور کو زمین پر گرا کر دونوں ہاتھ سر سے بلند کر لئے۔

”بائیں سائیڈ پر ہٹ جاؤ“..... وہی گرجدار آواز دوبارہ گونجی اور صدر بائیں طرف ہٹ گیا۔

اب حکم دیئے والا اس کی سائیڈ میں تھا۔ اس نے دیکھا کہ وہ اچھا خاصاً کیم شیم شخصیت کا مالک تھا۔ اس نے رائفل ہاتھ میں

اپنا خیال بدلنا پڑا کیونکہ لباس کافی صاف ستراتھا۔

”کیا میں یہاں بیٹھ سکتا ہوں؟“..... نوجوان کی آواز میں عاجزی نمایاں تھی جیسے اسے امید نہ ہو کہ وہ اسے بیٹھنے دے گی۔ جولیا کو رحم آگیا۔

”بیٹھ جاؤ“..... جولیا نے زم لجھے میں کہا نوجوان کری پر یوں دھم سے بیٹھا جیسے جولیا کے ارادہ بدلنے سے پہلے کری پر قبضہ کرنا چاہتا ہوا۔ جولیا بڑی دلچسپی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کے ذہن کا غبار صاف ہو گیا۔

”مجھے شتر نکیل آبادی کہتے ہیں؟“..... نوجوان نے قدرے جھینپٹے ہوئے اپنا تعارف کرایا۔

”شتر نکیل آبادی؟“..... جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اب وہ اردو اچھی طرح جانتی تھی اس لئے ان الفاظ سے وہ پوری طرح محظوظ ہوئی۔

جولیا کو مسکراتے دیکھ کر نوجوان اور جھینپٹ گیا۔

”مجھے صوفیہ کہتے ہیں؟“..... جولیا نے نجاٹے کیوں اپنا اصل نام بتانے سے گزریز کیا۔

”صوفیہ۔ تو کیا آپ شادی شدہ ہیں؟“..... نوجوان نے حیرت سے پوچھا۔

”کیا مطلب؟“..... جولیا کو اس سوال نے واقعی حیرت میں ڈال دیا۔

جولیا نے کیپشن ٹکلیل کو صدر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دیکھا تھا اور پھر اشارے کے مطابق کیپشن ٹکلیل کے باہر جانے کے بعد صدر بھی اٹھ کر باہر چلا گیا۔ جولیا حیران تھی کہ کیپشن ٹکلیل کو بیٹھے بیٹھے کیا سوچھی جبکہ انہیں سرے سے کیس کا علم نہیں تھا۔ کافی دری تک وہ اس معاملے پر غور کرتی رہی لیکن اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آیا اسے اب عمران پر غصہ آنا شروع ہو گیا کہ آخر اس نے اب تک رابطہ کیوں نہیں قائم کیا۔ ابھی وہ سوچ رہی تھی کہ اچانک اسے محسوس ہوا کہ اس کی میز کے قریب کوئی شخص موجود ہے۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو ایک مجھول صورت نوجوان بڑی بے چارگی سے اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔ ایک لمحے کے لئے اسے خیال آیا کہ شاید کوئی بھکاری ہے جو موقع پا کر ہوٹل میں بھیک مانگنے کے لئے گھس آیا ہے لیکن دوسرے لمحے اس کے لباس کا خیال کر کے اسے

ہستے دیکھ کر برا سامنہ بیٹایا۔

”کیا میں نے کوئی لطیفہ سنایا ہے“..... نوجوان نے جھنجلا کر کہا۔

”کمال ہے۔ یہ لطیفہ نہیں تو اور کیا تھا“..... جولیا نے نہیں پر بڑی مشکل سے قابو پاتے ہوئے جواب دیا۔

”کمال ہے۔ ہمارے تو سیدھے سادھے نام آپ کے لئے لطیفہ بن گئے اور آپ کا نام جو صوفیہ ہے وہ لطیفہ نہیں“..... نوجوان نے باقاعدہ طور پر منہ چڑاتے ہوئے کہا۔

”صوفیہ نہیں مسٹر شتر نکیل آبادی۔ صوفیہ“..... جولیا نے نوجوان کی بات کا برا منائے بغیر کہا۔

”اچھا چلو۔ صوفیہ ہی کہی اور ایک مثال دوں۔ تو اگ ہمیر شوٹہ۔ یعنی ہتھوڑے جیسے کانڈھوں والا کتا۔ اب بتائیے یہ نام ہے“۔
نوجوان باقاعدہ دلیل بازی پر اتر آیا۔

”آپ غلط سمجھے مسٹر۔ یہ لفظ اس طرح نہیں“..... اب جولیا سمجھیدہ ہو چکی تھی۔

”اچھا چلو۔ یہ بھی غلط کہی اور سنو جیسے ایکسٹو“..... نوجوان نے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا اور جولیا کو ”ایکسٹو“ کا لفظ سن کر ایسے محسوس ہوا جیسے اس کے سر پر بھم پھٹ پڑا ہو۔ وہ حیرت زدہ رہ گئی۔

”سکن۔ سکن۔ کیا مطلب۔ تم کون ہو“..... جولیا کے حواس ابھی تک قابو میں نہیں آئے تھے۔ دراصل اس کے تصور میں بھی

”جی ہاں صوفیہ۔ یعنی صوفی کی بیوی“..... نوجوان نے وضاحت کی تو جولیا بے اختیار ہنس پڑی۔

”نہیں مسٹر شتر نکیل آبادی۔ میں شادی شدہ نہیں ہوں“۔ جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”اوہ۔ مجھے غلط فہمی ہوئی“..... نوجوان نے کہا۔

”کیا آپ شاعر ہیں“..... جولیا نے اس میں دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔

”شاعر نہیں۔ لیکن آپ نے کیسے اندازہ لگایا“..... نوجوان نے حیرت سے کہا۔

”آپ کے نام کی وجہ سے“..... جولیا نے کہا
”نام سے۔ لیکن میرے نام میں تو کوئی قافیہ ردیف موجود نہیں“..... نوجوان نے کہا

”تو پھر شتر نکیل آبادی کیا ہوا“..... جولیا باقاعدہ بحث کے موڑ میں آگئی۔

”نکیل آبادی اس جگہ کا نام ہے جہاں میں پیدا ہوا تھا اور شتر میرا نام ہے“..... نوجوان نے کہا

”اور آپ کے والد کا نام کیا تھا“..... جولیا نے سمجھیدگی سے پوچھا۔

”شتر بے مہماز“..... نوجوان نے بغیر کسی تکلف کے جواب دیا۔
اور جولیا بے اختیار ہنس پڑی۔ نوجوان نے جولیا کو اس طرح

نہیں تھا کہ یہ پاگل سانوجوان ایکسٹو کا نام یوں اچانک لے دے گا۔

”تم اور نام سنو جیسے رانا تہور علی صندوقی۔ اب بتاؤ صندوقی کا کیا مطلب ہوا۔ اور سنو جیسے پرانی آف ڈھمپ۔ اب بتاؤ یہ ڈھمپ کیا بلہ ہے“..... نوجوان اپنی دھن میں کہتا چلا گیا۔

جو لیا پر اب گھری سنجیدگی چھا چکی تھی۔ وہ بڑی کینہ تو ز نظروں سے نوجوان کو دیکھ رہی تھی جیسے اب وہ اسے پہچاننے کی کوشش کر رہی ہو۔

”ارے تم مجھے کھا جانے والی نظروں سے کیوں دیکھ رہی ہو۔ کہیں تم میں عرب خون تو شامل نہیں کہ شتر کو دیکھ کر کھانے کا ارادہ کر لیا“۔ نوجوان نے گھبراتے ہوئے کہا۔

”اپنا اصل نام بتاؤ“..... جولیا کے لجھے میں تکوار کی سی کاث تھی۔ اس کے اعصاب تن گئے تھے۔

”شش۔ شش۔ شوت۔ ارے بتاتا ہوں۔ بتاتا ہوں“۔ نوجوان نے جولیا کے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر گھبراتے ہوئے کہا۔ جولیا نے اچانک پرس سے چھوٹا ریوالور نکال لیا تھا۔

”مجھے علی عمران ایم ایس سی۔ ڈی ایس سی (آکسن) کہتے ہیں۔“۔ نوجوان نے کہا اور جولیا نے یوں طویل سانس لیا جیسے اس کے سر سے کوئی بلاٹن گئی ہو۔ اس نے ریوالور جلدی سے واپس اپنے پرس میں رکھ لیا۔

”تم نے نام غلط کیوں بتایا تھا“..... اچانک جولیا کو غصہ آگیا۔

”تم نے بھی تو مجھے غلط بتایا تھا کیا کہتے ہیں۔ کیا نام بتایا صوف۔ اسپرنگوں والا صوف۔ لا حول ولا قوۃ“..... اچانک عمران نے اپنے گالوں پر چانسے مارنے شروع کر دیئے۔ جیسے چانسے مارنے سے اس کی یادداشت واپس آسکتی ہو۔ ہوٹل میں بیٹھے ہوئے باقی لوگ حیرت سے عمران کی یہ حرکت دیکھنے لگے۔ جولیا بوکھلا گئی۔

”چلو۔ چلو۔ اوپر کمرے میں چلو“..... وہ گھبرا کر انہ کھڑی ہوئی۔

”کیوں۔ کیا انہوں بالجبر کا ارادہ ہے۔ محترمہ ابھی تو میری میں بھی نہیں بھیگیں“..... عمران کی آنکھوں میں شرارت ناق رہی تھی اور جولیا بڑی طرح جھینپ گئی۔ اسے اور تو کچھ شہ سو جھا۔ وہ تیزی سے قدم اٹھاتی ہوئی لفت کی طرف چل دی۔

عمران بھی اٹھ کر اس کے پیچھے پیچھے چلا گیا۔ کمرے میں پہنچ کر جولیا پھٹ پڑی۔

”تمہیں شرم نہیں آتی یوں پلیک میں مجھے ذیل اور رسوا کرتے ہوئے“..... جولیا نے غصیلے لہجے میں کہا۔

”آتی ہے۔ آتی ہے۔ آتی ہے“..... عمران نے بوکھلاتے ہوئے جواب دیا اور جولیا خون کے گھونٹ پی کر رہ گئی۔

اس نے بڑی مشکل سے اپنے آپ کو ٹھنڈا کیا۔ عمران اب بھی خاموش بیٹھا تھا جیسے وہ بولنا جانتا ہی نہ ہو۔ جولیا نے پانی کا ایک گلاس پیا اور پھر عمران کے مقابل والے صوفے پر بیٹھ گئی۔

”تم نے اب تک ہم سے رابطہ کیوں نہیں کیا تھا“..... جولیا نے بڑی نرم آواز میں پوچھا۔

”ہم سے“..... عمران نے حیرت سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا اور پھر چونک پڑا۔

”ارے ہاں دونوں کا جوڑا کہاں گیا“۔

”مجھے معلوم نہیں۔ اتنا مجھے علم ہے کہ کیپشن شکلیل نے اچانک صدر کو اشارہ کیا اور پھر دونوں آگے پیچھے ہوٹل سے باہر نکل گئے۔“

”تمہیں کچھ نہیں بتایا“..... عمران اب سنجیدہ تھا۔
”نہیں“..... جولیا نے مختصر سا جواب دیا۔

”ہوں“..... عمران سوچ میں ڈوب گیا۔ تھوڑی دیر کے لئے گھری خاموشی رہی پھر عمران نے طویل سانس لی اور جیب سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر تکال کر جولیا کو دے دیا۔

”یہ ٹرانسمیٹر ہے۔ تم ابھی یہیں رہو جس وقت بھی یہ دونوں واپس آئیں۔ مخصوص فریکونسی پر مجھے اطلاع دے دینا۔ میں تمہارا منتظر رہوں گا“..... عمران نے ہدایت دیتے ہوئے کہا۔

”لیکن چکر کیا ہے“..... جولیا نے ٹرانسمیٹر لیتے ہوئے کہا۔

”قسمت کے چکر ہیں اور ہم تو ہیں ہی سدا کے گھن چکر۔ سمجھیں“..... عمران دوبارہ پڑی سے اتر رہا تھا۔

جولیا سمجھ گئی کہ وہ ابھی کچھ بتانا نہیں چاہتا۔ وہ اتنا تو اچھی طرح جانتی تھی کہ جب تک عمران نہ چاہے دنیا کی کوئی طاقت اس سے کچھ معلوم نہیں کر سکتی اس لئے وہ خاموش ہو گئی۔ خواہ مخواہ دماغ کھپانے سے کیا فائدہ۔ عمران چند منٹ خاموش رہا اور پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔

”اچھا۔ اب میں چلتا ہوں جس وقت یہ دونوں آئیں مجھے رپورٹ ضرور دینا“..... یہ کہہ کر وہ تیزی سے قدم اٹھاتا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔ جولیا نے ایک طویل سانس لی اور پھر اٹھ کر دروازہ بند کر لیا۔

جنہیں تھا کہ وہ رائفل سے گولی چلاتا۔ اس کی رائفل پڑنے سے دراز قامت کے ہاتھوں سے روپا اور نکل کر ایک طرف جا گرا۔ دراز قامت نے روپا اور کی طرف تیزی سے جمپ لگایا لیکن صدر اچھل کر اس پر جا پڑا۔ اس پر جنون سوار ہو چکا تھا۔ دراز قامت نے پھرتی سے مڑ کر بچنا چاہا لیکن صدر بھلا کب اسے موقع دینے کا روا دار تھا۔ اس نے ایک زور دار مکا اس کی گردن پر مارا لیکن پھر صدر اوع کی آواز نکالتا ہوا دوسری طرف الٹ گیا۔ دراز قامت نے اس کے پیٹ پر پورے زور سے گھٹنا دے مارا تھا۔ صدر کو ایسا محسوس ہوا جیسے اس کی آنتیں باہر آگئی ہوں۔ درد کی ایک شدید لہر تھی جو اس کے جسم میں روای دواں تھی۔ اس کی آنکھوں میں اندر ہیرا چھانے لگا۔ دوسرے لمحے اس کے پیٹ پر ایک اور لات لگی۔ صدر کا جسم جھٹکا کھا کر رہ گیا۔ اچانک اسے کیپٹن شکیل کا خیال آیا۔ کیپٹن شکیل کا تصور آتے ہی اسے ایسا محسوس ہوا جیسے اندر ہیرنے پھٹنے لگے ہوں۔ اس نے اپنی پوری قوت ارادی کو بروئے کار لاتے ہوئے کروٹ لی اور پھر اس کی یہی کروٹ اسے تیسری لات کھانے سے بچا گئی۔ اس نے اچھل کر دراز قامت کی نانگ پکڑ لی۔ دراز قامت اپنے ہی زور سے نیچے آگرا۔ دراز قامت کا سرفرش سے پورے زور سے نکلا کر رہ گیا اور ایک دو جھٹکے کھا کر وہ بے حس ہو گیا۔ شدید چوٹ نے اسے بے ہوش کر دیا تھا۔

”کون ہے یہ؟..... دراز قد نے حیرت سے پوچھا۔ ”سری یہ آدمی“..... وہ آدمی جو صدر کو کور کئے کھڑا تھا۔ ابھی اتنا ہی کہہ سکتا تھا کہ اچانک صدر نے جھٹکے سے مڑ کر اس کی رائفل پر ہاتھ ڈال دیا کیونکہ اب وہ زیادہ وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کیپٹن شکیل کے سر سے خون بہہ رہا تھا اور وہ جانتا تھا کہ جتنی بھی دری ہوئی اتنی ہی کیپٹن شکیل کی حالت خطرناک ہوتی چلی جائے گی۔ ایک ہی جھٹکے سے رائفل صدر کے ہاتھ میں آچکی تھی۔ صدر رائفل لے کر پھرتی سے مڑا لیکن دوسرے لمحے دراز قامت کے روپا اور سے نکلی ہوئی گولی صدر کے کان کے قریب سے گزرتی ہوئی پیچھے آدمی کے سینے میں پیوسٹ ہو گئی۔ صدر برق کی سی تیزی سے ایک طرف ہٹ گیا اور اس سے پہلے کہ دراز قامت دوسری گولی چلانا، صدر نے رائفل اس پر دے ماری کیونکہ اس کے پاس اتنا وقت

صادر تیزی سے اٹھا۔ اس نے سر کو دوبارہ جھینکا۔ اب وہ پوری طرح سے ہوش میں آچکا تھا۔ قدرت نے اس کی مدد کی ورنہ دراز قد کافی پھر تیلا اور طاقتور ثابت ہوا تھا۔ اس نے کیپن شکلیں کی طرف دیکھا جس کے سر سے ابھی تک خون نکل رہا تھا۔ اس نے دراز قامت کا ریوالور اٹھایا۔ اس کے پیٹ میں ابھی شدید درد تھا لیکن کیپن شکلیں کی حالت دیکھ کر اسے اپنا درد بھول گیا۔ اس نے بدقت کیپن شکلیں کو اپنی کمر پر لادا اور پھر دروازہ کھول کر پاہر نکل گیا۔ گیلری سنسان تھی۔ وہ تیزی سے قدم اٹھایا ہوا گیلری پار کرنے لگا۔ ایک موڑ پر جیسے ہی مڑا اسے سامنے ایک آدمی رائفل ہاتھ میں لئے کھڑا نظر آیا۔ صادر کی طرف اس کی پشت تھی۔ صادر جانتا تھا کہ اس شخص کو قابو کئے بغیر وہ آگے نہیں بڑھ سکتا جبکہ بے ہوش شکلیں بھی اس کے کاندھے پر لدا ہوا ہو۔ اس نے بڑی آہستگی سے شکلیں کو فرش پر لانا دیا اور پھر ریوالور ہاتھ میں لے کر بڑی آہستگی سے اس آدمی کی طرف بڑھنے لگا۔ اس نے اپنے قدموں کی چاپ بالکل نہ ابھرنے دی لیکن ابھی دو تین فٹ دور تھا کہ اچانک وہ شخص مڑا اور پھر صادر کو دیکھ کر اس کی آنکھیں جیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ صادر نے فوراً منہ پر انگلی رکھ کر بڑے پراسرار انداز میں خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ وہ جیرت زدہ رہ گیا۔ یہ ایک نفیا تی طریقہ تھا۔ جسے صادر نے بڑی کامیابی سے استعمال کیا۔ اب صادر اس کے قریب پہنچ چکا تھا۔ اس وقت وہ شخص بھی ہوش میں آگیا۔

لیکن اب وقت بالکل نکل چکا تھا صادر اچھل کر اس سے لپٹ گیا۔ صادر کا ہاتھ اس کے مٹہ پر تھا۔ اچانک حملے سے رائفل اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ اس نے اپنا مٹہ چھڑانے کی بے حد کوشش کی لیکن صادر کا دباؤ بڑا سخت تھا چنانچہ چند لمحوں بعد وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ صادر نے اسے گھسیت کر ایک سائیڈ پرڈا اور وہاں سے چل پڑا لیکن موڑ پر پہنچ کر اسے جیرت کا ایک شدید جھنکا لگا کیونکہ کیپن شکلیں وہاں سے غائب تھا۔ بے ہوش شکلیں کہاں جا سکتا ہے۔ صادر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اوہر اور دیکھ رہا تھا اسے سمجھے میں نہیں آ رہا تھا وہ کیا کرے اور کیپن شکلیں کو کہاں سے ڈھونڈے۔ اچانک اسے خطرے کا احساس ہوا کہ جس کسی نے بھی بے ہوش شکلیں کو اٹھایا ہو گا۔ وہ ضرور اس کی موجودگی سے بھی واقف ہو گا۔ وہ پھرتی سے واپس مڑا اور پھر اسے جیسے ہوش آ گیا۔ اپنے آپ پر اسے بھی بھی آئی کیونکہ جلدی کی وجہ سے اور کچھ مخلط فہمی کی بنا پر وہ گیلری کی دوسری سائیڈ پر مڑ گیا تھا جبکہ کیپن شکلیں دوسری سائیڈ پر پڑا تھا۔ اس نے پھرتی سے اسے اٹھایا اور پھر وہ سامنے کے رخ جانے کی بجائے عمارت کے عقب کی طرف چل دیا۔ بے ہوش شکلیں سمیت پھپٹی دیوار کو دنا ناممکن تھا۔ اس نے اس نے اوہر اور دیکھنا شروع کر دیا لیکن باہر نکلنے کا اسے کوئی راستہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ سخت مشکل میں پھنس چکا تھا۔ اوہر لمحہ بے لمحہ کیپن شکلیں کی حالت خطرناک ہوتی جا رہی تھی۔ کچھ سمجھے میں نہیں آ رہا تھا کیا

ایک مقامی ہسپتال میں چھوڑ دیا۔ ڈاکٹر کو صدر نے بتایا کہ یہ میرا دوست ہے۔ اچانک چھٹ سے گر جانے کی وجہ سے اسے چوت لگ گئی ہے۔ ڈاکٹر نے اسے تسلی دی کہ امید ہے کہ آپ کا دوست بچ جائے گا۔ کچھ دری تو ہو چکی تھی لیکن معاملہ ابھی نامیدی تک نہیں پہنچا۔

صدر کو اطمینان ہوا اور اس نے ڈاکٹر کے ہاں سے جولیا کو فون کر کے تمام پوزیشن کوڈ ورڈز میں بتا دی۔

کرے اور کیا نہ کرے۔ ذہن بالکل ماؤف ہو کر رہ گیا تھا بہر حال اس نے سوچا کہ کچھ نہ کرنے سے کچھ کرنا بہتر ہے۔ آخر اسے ایک صورت نظر آگئی۔ ایک سائیڈ پر لکڑی کے بڑے خالی گملے پڑے تھے۔ ان گملوں میں پام کے پودے لگائے جاتے تھے۔ قدرت نے اس کی مدد کرنی تھی کہ اسے وہ گملے مل گئے۔ اس نے کیپشن شکلیل کو نیچے لٹا کر بڑی نیزی سے وہ گملے اٹھا کر انہیں دیوار کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کے اوپر رکھنا شروع کر دیا۔ اب وہ بآسانی ان پر کھڑے ہو کر کیپشن شکلیل کو دیوار پر لٹا سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور پھر کیپشن شکلیل کو دیوار پر لٹا کر وہ خود بھی دیوار پر چڑھ گیا۔ اب مسئلہ تھا دوسری طرف اتنے گا اور تو کوئی صورت اسے نظر نہ آئی۔ اس نے کیپشن شکلیل کو بازوؤں سے پکڑ کر دیوار کی دوسری طرف لٹکا دیا۔ کافی نیچے جا کر چھوڑ دیا۔ بے ہوش کیپشن شکلیل ہلکی سی آواز سے نیچے جا پڑا اور پھر وہ خود بھی نیچے کو دیوار پر چڑھ گیا۔ اس نے کیپشن شکلیل کو اٹھا کر چکا تھا لیکن صدر اب بچ نکلا تھا۔ اس نے کیپشن شکلیل کو اٹھا کر بھاگنے کی کوشش کی تاکہ جلد سے جلد اس ماہول سے چھٹکارا حاصل ہو سکے اور پھر چند سڑکیں عبور کرنے کے بعد اسے ایک ٹیکسی مل گئی۔ اس نے ٹیکسی روکنے کے لئے اشارہ کیا۔ ٹیکسی ایک بچ کے ساتھ رک گئی۔ صدر نے ٹیکسی ڈرائیور کو جلد سے جلد کسی سرجن کے پاس پہنچانے کے لئے کہا اور ٹیکسی ڈرائیور نے اسے جلد سے جلد

ٹرانسپر پر جولیا کو احکامات دینے شروع کر دیئے۔
”ہیلو، ہیلو۔ عمران اسپلینگ۔ اوور۔“..... عمران نے کال دیتے
ہوئے کہا۔

”لیں۔ جولیا دس اینڈ عمران۔ اوور۔“..... دوسری طرف سے جولیا
کی آواز سنائی دی۔

”کیا مطلب جولیا۔ کیا تم نے اپنا نام تبدیل کر لیا ہے۔
اوور۔“..... عمران نے تعجب بھری آواز میں سوال کیا۔

”میں بھی نہیں۔ اوور۔“..... جولیا کی حیرت سے بھر پور آواز سنائی
دی۔

”یعنی جولیانا فٹر واٹر کی بجائے جولیا دس اینڈ۔ اوور۔“..... عمران
نے جواب دیا اور جولیا نہ پڑی۔

”عمران۔ مطلب بیان کرو۔“..... جولیا نے کہا۔
”اگر میں نے مطلب بیان کر دیا تو تم ٹرانسپر اٹھا کر فرش پر
دوے مارو گی۔ اوور۔“..... عمران نے معنی خیز لمحے میں کہا۔

”یو شٹ اپ۔ خواہ تجوہ تنگ کرنے کا فائدہ۔ اوور۔“..... جولیا کو
غصہ آگیا۔

”اچھا۔ اچھا۔ غصہ نہ کرو میں جولیانا فٹر واٹر۔ دیسے یہ فٹر واٹر
بھی عجیب چند نام ہے۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جیسے آدمی سوڈا واٹر
لی رہا ہو۔ اوور۔“..... عمران نے کہا۔

”میں ٹرانسپر بند کر رہی ہوں۔ اوور۔“..... جولیا نے شدید غصے

جوزف کی رپورٹ سے عمران کو جنگل میں مجرموں کے خفیہ
اڑے کے متعلق کافی معلومات حاصل ہو گئیں اور جولیا نے صدر کی
رپورٹ تفصیل سے عمران کو ٹرانسپر پر بتا دی۔ صدر کی رپورٹ میں
بھی دس کروڑ میں دو شیطانوں کا حوالہ آیا تھا اور افضل نے بھی اس
کا ذکر کیا تھا۔ دوسری طرف جوزف نے بھی کچھ شیطانوں کے
متعلق ذکر کیا تھا اس لئے عمران سمجھ گیا کہ صدر اور کیپشن شکیل
نادانشگی میں مجرموں سے مکرا گئے ہیں۔ کیپشن شکیل کی حالت اب
بہت بہتر تھی۔ ڈاکٹر نے اسے مکمل آرام کا مشورہ دیا تھا۔ وہ اب
ہسپتال سے واپس ہوٹل پہنچ چکا تھا۔ عمران نے فیصلہ کیا کہ وہ کسی
طرح ان کے خفیہ اڑے میں پہنچ جائے تو مجرموں کے مقصد کا علم
ہو سکتا ہے لیکن اس کے لئے اسے کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی۔
آخر اس نے براہ راست اقدام کا فیصلہ کیا اور پھر اس نے

میں کہا۔

”ارے ارے ستو۔ تو اچھا بھئی کام کی بات سنو۔ صدر کو کہہ دو کہ ایک گھنٹے بعد میک اپ میں بمعدہ ریوالور کے مجھے شیریں چوک میں ملے بس۔ اب تو خوش ہو گئیں۔ اور اینڈ آل“..... عمران نے کہا اور ٹرانسیمیٹر بند کر دیا۔ اسے علم تھا کہ اگر ٹرانسیمیٹر فوری بند نہ کیا تو جولیا سوالات پوچھ پوچھ کر ناک میں دم کر دے گی پھر اس نے ٹرانسیمیٹر جیب میں ڈال لیا۔

”جوزف دی گریٹ“..... عمران نے بلند آواز میں کہا تو چند لمحے بعد جوزف حاضر تھا۔

”لیں باس۔ میرے لاکن کوئی خدمت“..... جوزف نے اش شن ہو کر کہا۔

”جی خوش کر دیا تمہاری سعادت مندی نے۔ اگر شراب نہ پیئے تو آدمی کھرا ہے“..... عمران نے خوش ہو کر چھکتے ہوئے کہا۔

”باس۔ مجھے شراب سے منع نہ کیا کرو“..... جوزف نے منه بناتے ہوئے کہا۔

”اچھا اچھا۔ ایسا کرو، تیار ہو کر آؤ ذرا ہم نے جنگل کی سیر کو جانا ہے“..... عمران نے بڑی لاپرواہی سے کہا۔

”کیا پھر شیر سے کشتی لڑنے کا ارادہ ہے باس“..... جوزف نے مخفی خیز اندر میں سوال کیا۔

”ہاں۔ اب کی بار تمہارا دنگل کراؤ گا“..... عمران نے کہا

”میں تیار ہوں بس۔ شیر میرے سامنے کیا چیز ہے“۔ جوزف نے کہا۔

”میں تو گیدڑ سے بھی نہیں ڈرتا“..... عمران نے فقرہ مکمل کر دیا۔

”ہی ہی ہی“..... جوزف کا زور دار قہقہہ بلند ہوا۔

”اچھا۔ اب نہی منسوخ۔ جا کر تیار ہو جاؤ۔ دو منٹ میں“۔

عمران نے سمجھیگی سے کہا اور جوزف واپس مڑ گیا۔

تحوڑی دیر بعد دونوں جیپ میں بیٹھے ہوئے شیریں چوک کی طرف جا رہے تھے۔ جیپ عمران چلا رہا تھا۔ دور سے اس نے صدر کو پہچان لیا۔ وہ ایک شال پر کھڑا اخبار پڑھ رہا تھا گواں نے اپنی طرف سے کافی کامیاب میک اپ کیا ہوا تھا لیکن عمران کی نظرؤں سے بھلا کیسے چھپ سکتا تھا۔

عمران نے جیپ اس کے قریب جا کر روک دی۔

”جوزف۔ ذرا اس آدمی کو بلا و جوا اخبار پڑھ رہا ہے“..... عمران نے جوزف سے کہا۔

جوزف پھرتی سے نیچے اتر گیا ویسے جوزف نے صدر کو ہرگز نہیں پہچانا تھا۔

”مسٹر“..... جوزف کرخت آواز میں صدر سے مخاطب ہوا۔

”کیا ہے“..... صدر جھکلے سے مڑا اور پھر وہ جوزف کو پہچان گیا۔

”صفر“..... عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

”جی“..... صدر نے بھی عمران کو سنجیدہ دیکھ کر سنجیدگی اختیار کر لی اور پھر اس نے صدر کو جنگل میں موجود اڑے کے متعلق بتایا۔ میں نے اب یہ سوچا ہے کہ مجرموں کا مقصد معلوم کرنے کے لئے براہ راست اقدام کیا جائے اس لئے اب ہم جا رہے ہیں۔ ہمارا مقصد کسی نہ کسی طرح ان کے اڑے میں داخل ہونا ہے چاہے قید ہو کر ہی کیوں نہ جانا پڑے۔

”ٹھیک ہے“..... صدر نے جواب دیا۔ اس دوران جیپ اس علاقے میں پہنچ چکی تھی جو خطرناک تھا۔ عمران نے جیپ روکنے کی بجائے آگے لیتا چلا گیا۔

”جوزف۔ تم جگہ کے متعلق بتاؤ جہاں اڑے کا دروازہ ہے۔“
عمران نے جوزف سے کہا۔

”باس۔ آگے جا کر باہمیں ہاتھ مڑ جاؤ“..... جوزف نے راستہ ہتلانا شروع کر دیا اور پھر ان کی جیپ اس درخت کے قریب جا کر رک گئی۔

”کیا باہر نکلا جائے“..... صدر نے پوچھا۔

”ہرگز نہیں ورنہ وہ ہم پر اپنے مخصوص ہتھیار چلا دیں گے۔“
عمران نے جواب دیا۔

چند ہی منٹ بعد اچانک عمران کی کپٹی سے رانفل کی نال آگئی۔ ادھر جوزف کے ساتھ پہنچا۔ ہمارا یہ آدمی جیپ کے پیچے سکتا ہوں“..... صدر نے ہستے ہونے کہا۔

”نہیں۔ فی الحال صرف جنگل ہی پروگرام میں شامل ہے۔“
عمران نے کہا اور پھر ان کی جیپ جنگل میں دوڑنے لگی۔

”آپ کو باس ہلا رہے ہیں“..... جوزف نے اسی لمحے میں کہا۔ ”یہ کون سی چڑیا کا نام ہے مسٹر جوزف“..... صدر نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”ہاں۔ تم میرا نام بھی جانتے ہو اور پھر بس کو چڑیا بھی کہہ رہے ہو“..... جوزف اسی طرح حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا جیسے اسے صدر کی دماغی صحت پر شک کر رہا ہو۔

”مجھے صدر کہتے ہیں“..... صدر نے اپنا تعارف کرایا۔

”اوہ۔ اچھا اچھا تو بات یہ ہے“..... جوزف نے اطمینان کا سانس لیا اور پھر دونوں عمران کے پاس پہنچ گئے۔

”پہنچ جاؤ“..... عمران نے کہا اور پھر دونوں جیپ میں سوار ہو گئے۔ جیپ دوبارہ مختلف سڑکوں پر تیزی سے دوڑنے لگی۔

”عمران صاحب۔ ہم کہاں جا رہے ہیں“..... صدر سے آخر رہا نہ گیا۔

”جنگل کی سیر کرنے“..... عمران نے مختصر جواب دیا۔

”سیر کرنے اور وہ بھی جنگل میں“..... صدر حیرت سے بولا۔

”تمہیں کوئی اعتراض ہے۔“..... عمران نے پوچھا۔

”نہیں نہیں ہرگز نہیں۔ جنگل ہی میں کیا میں تو چاند پر بھی جا سکتا ہوں“..... صدر نے ہستے ہونے کہا۔

”نہیں۔ فی الحال صرف جنگل ہی پروگرام میں شامل ہے۔“
عمران نے کہا اور پھر ان کی جیپ جنگل میں دوڑنے لگی۔

سے آئے تھے۔ وہ تعداد میں چھ تھے۔
”باہر نکلو“..... ان میں سے ایک نے سختی نے کہا اور عمران خاموشی سے باہر نکل آیا۔ عمران کو باہر نکلتا دیکھ کر صدر اور جوزف بھی باہر نکل آئے۔ ان کی جیبوں کی تلاشی لے کر یوالوں کا لئے گئے۔

”آپ کون ہیں“..... ان میں سے ایک نے بڑے تحفہ مانہ لجھ میں پوچھا۔

”تمہارا باس کون ہے“..... عمران نے شجیدگی سے پوچھا۔ اس کے لمحے میں وقار تھا۔

”تم پہلے اپنے متعلق بتلاؤ“..... مخاطب نے اصرار کیا۔

”ہم مرکزی اٹیلی جنس سے تعلق رکھتے ہیں“..... عمران نے بڑے وقار سے جواب دیا۔ صدر حیرت سے عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

”اوہ“..... اسی لیڈر نے کہا پھر کچھ سوچ کر اس نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک مشین جو یقیناً ٹرانسمیٹر تھا نکال کر اس سے کسی کو کال کرنا شروع کر دیا۔ جلد ہی سلسلہ مل گیا۔ گفتگو چونکہ کوڈ ورڈز میں کی جا رہی تھی اس لئے عمران وغیرہ سمجھنے سکے۔ چند لمحے گفتگو کرنے کے اس نے ٹرانسمیٹر جیب میں ڈال دیا۔

”چلیئے“۔ اب اس کی آواز میں نرمی تھی۔ ساتھ ہی اس نے اشارہ کیا اور اس کے ساتھیوں نے رانگوں کا ریخ پہنچ کر لیا۔ صدر

تو کیا عمران بھی ان کا موجودہ رویہ دیکھ کر جیران رہ گیا کہ مجرم اٹیلی جنس والوں سے اس قسم کا سلوک کر رہے ہیں۔ اٹیلی جنس کی بات تو اس نے اس لئے کی تھی تاکہ وہ بخیریت ان کے سربراہ تک پہنچ جائیں۔ پھر وہاں پہنچ کر جیسے حالات ہوتے ہیسے کر لیا جاتا۔ اب تو معاملہ ہی کچھ اور ہو چکا تھا۔ عمران کوئی فصلہ نہ کر سکا۔ بہرحال اس نے لاپرواہی سے کندھے جھکلے اور ان کے ساتھ چل دیا۔ وہ درخت کے سامنے پہنچ گئے۔ اسی لیڈر نے تنے پر ہاتھ پھیرا اور درخت کے تنے میں موجود دروازہ کھل گیا۔

”آپ سب لوگ اپنی ڈیوٹی پر واپس جائیں“..... لیڈر نے اپنے ساتھیوں کو حکم دیا اور وہ خاموشی سے واپس مڑ گئے۔

”چلیئے“..... لیڈر نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا اور پھر وہ سب دروازے میں داخل ہو گئے۔ وہاں سے سیڑھیاں اتر کر وہ ایک گیلری میں پہنچے اور پھر مختلف برآمدوں میں سے ہوتے ہوئے وہ ایک کمرے کے سامنے جا کر رکے۔ لے جانے والے نے دروازے پر ہلکی سی دستک دی۔

”کم ان“..... اندر سے آواز آئی اور وہ سب اندر داخل ہو گئے۔ یہ ایک باقاعدہ آفس تھا۔

آفس ٹیبل کے پیچے مرزا اشقاق احمد موجود تھا۔ اس نے اعلیٰ درجے کا لباس پہنا ہوا تھا اور اس سے ایک پروقار اور زہین نوجوان معلوم ہو رہا تھا۔

”تشریف رکھئے“..... نوجوان نے بڑی شاکنگی سے کھڑے ہو کر انہیں تعظیم دی۔ عمران، صدر اور جوزف اس کے سامنے رکھی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

”مجھے میجر اشراق کہتے ہیں“..... اس نے اپنا تعارف کرایا۔

”میرا نام علی عمران ہے۔ یہ میرے ساتھی جوزف اور صدر ہیں“..... عمران نے اپنا صحیح تعارف کرایا۔

صدر کو وہاں بھی حیرت کا مزید جھٹکا لگا۔ وہ سوچ کر کچھ اور آئے تھے اور اول تو معاملہ ہی الم ہو گیا تھا اور دوسرے نام بھی عمران نے صحیح بتا دیے۔

”آپ شہنشاہ پیش گے یا گرم“..... میجر اشراق نے ان سے پوچھا۔

”چائے پلو اد بیجے“..... عمران پر اب بھی سنجیدگی کا بھوت سوار تھا۔

”کیا میں آپ کے شاختی کارڈ دیکھ سکتا ہوں“..... میجر نے عمران کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

”آپ دیکھ سکتے ہیں یقیناً لیکن پہلے یہ بتائیے کہ یہ چکر کیا ہے۔ آپ کس پوزیشن میں یہاں موجود ہیں“..... عمران نے جواب دیا۔

”یہ سب کچھ میں بعد میں تفصیل سے آپ کو بتلا دوں گا۔ فی الحال آپ اپنی شاخت کرائیے“..... میجر نے سنجیدگی سے کہا۔

عمران نے جیب میں ہاتھ ڈال کر پس نکala اور پھر اس میں سے ایک کارڈ نکال کر میجر کے آگے رکھ دیا۔ میجر نے کارڈ اٹھا کر اسے بغور دیکھا۔

صدر یہ تمام کا رد ای حیرت سے دیکھ رہا تھا لیکن خاموش رہا۔ کارڈ میں عمران کو باقاعدہ اٹھیلی جنس کا آفیسر ظاہر کیا گیا تھا اور تمام سرکاری مہر میں موجود تھیں۔ میجر کافی دری تک بغور کارڈ دیکھتا رہا اور پھر اس نے مسکراتے ہوئے کارڈ واپس کر دیا۔

”باقی دو حضرات کے کارڈ“..... اس نے صدر اور جوزف کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”یہ میرے ساتھی ہیں اور میرے خیال میں یہی کافی ہے۔“

عمران نے وقار سے جواب دیا۔

”اب آپ اپنے متعلق بتائیے“..... عمران نے کارڈ واپس جیب میں رکھتے ہوئے جواب دیا۔

”مسٹر عمران۔ یہ ہماری حکومت کا ایک انتہائی خفیہ منصوبہ ہے۔ یہاں ہم دور مار میزاں اشیش بنا رہے ہیں تاکہ ہم اپنے پڑوی وشمن ملک کی سرگرمیوں پر کڑی نظر رکھیں اور اس کے ساتھ ہی ساتھ پڑوی ملک کے جملے کی صورت میں یہ اڑہ ہماری دفاع کی ایک کڑی ثابت ہو۔ آپ کو یہ تو علم ہے کہ اس جگل کے ختم ہوتے ہی پڑوی ملک کی سرحد شروع ہو جاتی ہے اس لئے اس اڑہ کے لئے یہ مقام تجویز کیا گیا ہے“..... یہ کہہ کر اس نے میز کی دراز

”کیا اس کی اجازت لے لی گئی تھی؟“ عمران نے پوچھا۔
”جی ہاں۔ اس کی باقاعدہ حکومت سے اجازت لے لی گئی تھی۔“ میجر نے ایک اور فائل نکال کر عمران کے سامنے رکھ دی۔ عمران نے اسے کھول کر پڑھا۔ واقعی حکومت کی طرف سے اس کی اجازت تحریری صورت میں دی گئی تھی۔

”ایک اور بات یہ ہے کہ چند دنوں پہلے میرے اس ساتھی جوزف کو پکڑ کر یہاں لا یا گیا اور اسے شدید زد و کوب کیا گیا اور یہاں مخصوص قسم کے کوڈ و رڈز مخصوص حالات میں استعمال کئے گئے.....“ عمران نے کہا۔

”دراصل بات یہ ہے کہ یہ سب کچھ دشمن جاسوسوں کے لئے کیا گیا تھا۔ ہم نے جوزف صاحب کو بھی غیر ملکی جاسوس سمجھا کیونکہ ان کی قومیت بھی بہر حال یہاں کی نہیں ہے۔“..... میجر نے دلیل پیش کی۔

”کیا نواب صاحب سے بھی یہ منصوبہ خفیہ رکھا گیا ہے؟“ عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں۔ یہ حکومت کی ہی پالیسی ہے۔“..... میجر نے جواب دیا۔

”کیا آپ مجھے اُدھہ دیکھنے کی اجازت دیں گے؟“..... عمران نے سوال کیا۔

”سوری سر۔ اس کا مجھے اختیار نہیں دیے بھی اُدھہ اپھی زیر تعمیر

سے ایک فائل نکالی اور عمران کے سامنے رکھ دی۔ عمران نے فائل کھول کر دیکھنا شروع کر دیا اور پھر جوں جوں اسے پڑھتا گیا اس کے چہرے پر حیرت کے ساتھ ساتھ اطمینان کے تاثرات ابھرتے چلے گئے۔ فائل میں کمانڈر انچیف، وزیرِ دفاع، سیکرٹری وزارت دفاع اور خود صدر صاحب کے اتحاری لیٹر موجود تھے اور اس خفیہ اڈے کے متعلق تمام تفاصیل موجود تھیں۔ عمران نے اطمینان کا ایک طویل سانس لے کر فائل بند کر دی۔

”ایک چیز سمجھ میں نہیں آتی میجر صاحب۔“..... عمران نے سوالیہ انداز میں کہا۔

”فرمائیے۔“..... میجر نے خوش اخلاقی سے جواب دیا۔ ”یہاں اور پشاور یوں کو کیوں قتل کیا جا رہا ہے۔“..... عمران نے پوچھا۔

”دراصل مقصد یہ ہے کہ ہم اس اڈے کو انہائی خفیہ رکھنا چاہتے ہیں تاکہ پڑوی ملک کے جاسوسوں کو اس کی بھنک نہ ملے ورنہ تمام منصوبہ ختم ہو کر رہ جاتا اس لئے ہمیں شروع شروع میں یہ ظلم بھی کرنا پڑا۔ یہ لٹیک ہے کہ اس طرح ہم نے اپنے ہی ملک کے چند بے گناہ لوگوں کو ہلاک کیا لیکن اس میں پورے ملک کا مفاد پہنچا تھا۔ اگر ہم ایسا نہ کرتے تو ہمارا یہ منصوبہ نظر میں آ جاتا اس کے علاوہ جب مشینیں چلتی ہیں تو ان کی دھمک اور پوری طرح محسوس ہوتی ہے۔“..... میجر نے کہا۔

”عمران صاحب۔ یہ تو معاملہ ہی چوپٹ ہو گیا۔“..... صدر پہلی بار بولا۔

”ہاں صدر۔ ہے تو ایسا ہی۔“..... عمران نے بھم سا جواب دیا۔

”تو پھر ایکسو نے ہمیں یہاں کیوں بھیجا ہے۔ کیا یہ منصوبہ ایکسو کے علم میں نہیں تھا۔ دوسرے یہ دس کروڑ میں دو شیطانوں کا چکر سمجھ میں نہیں آتا۔“..... صدر نے الجھے ہوئے لبھے میں کہا۔

”یہی تو ایک الجھن ہے۔ دیسے میرا دل کہہ رہا ہے کہ ہمیں حق بنایا گیا ہے۔ معاملہ کچھ اور ہے۔“..... عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

”ولیکن وہ دستاویزی ثبوت اور ان کا اخلاق اور ہمارے ساتھ روئیہ۔“..... صدر نے کہا۔

”یہی تو مسئلہ ہے۔ بہر حال میں اس سلسلے میں ایکسو سے آج

ہے۔ میں نے یہ تمام تفاصیل بھی اپنی ذمہ داری پر آپ کو دکھائی ہیں اور اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ اٹلیل جنس کے آفیسر ہیں۔ آپ کو یہ سب کچھ بتانے کا مقصد یہ ہے کہ آپ اس معاملے میں زیادہ بھاگ دوڑنے کریں اور نہ الجھن کاشکار ہوں۔“..... مجرم نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔“..... عمران نے جواب دیا۔

اتنے میں چائے آگئی اور وہ سب چائے پینے میں مصروف ہو گئے۔ چائے پینے کے بعد عمران نے اجازت چاہی اور پھر وہ اسی آدمی کی رہنمائی میں واپس اپنی جیپ تک پہنچ گئے۔ عمران نے جیپ اسٹارٹ کی اور جیپ جنگل میں دوڑنے لگی۔ عمران اس وقت بڑی گھری سوچ میں غرق تھا۔

”تو معاملہ ناکیں ناکیں فش ہو گیا“..... کیپن شکلیں نے ہنسنے ہوئے کہا۔

”ناکیں ناکیں فش نہیں۔ ناکیں ناکیں پیرٹ کہو۔ کیونکہ فش (مجھلی) تو ناکیں ناکیں نہیں کر سکتی۔ پیرٹ (طوطا) ہی ناکیں ناکیں کرتا ہے“۔ عمران نے جواب دیا اور جولیا اور صدر دلوں نہیں پڑے۔

”عمران صاحب۔ محاوروں کی مٹی پلید کرنا کوئی آپ سے سیکھئے“۔ کیپن شکلیں نے ہنسنے ہوئے کہا۔

”مٹی کا پلید ہونا میری سمجھ میں نہیں آتا۔ ہر کوئی مٹی پلید کرنا ہی کہتا ہے۔ مٹی پاک کرنا کوئی نہیں کہتا“..... عمران نے منہ بنتے ہوئے کہا۔

وہ سب سن رانز ہوٹل کے ہال میں بیٹھے ہوئے تھے۔ عمران

ہی بات کروں گا کہ وہ وزارت دفاع سے اس خفیہ فوجی اڈہ کے بارے میں تصدیق کرے۔ روپورٹ کے بعد جیسا ہو گا دیکھا جائے گا۔ ہمیں ہر وقت ہر گھری چوکنا رہنا ہو گا جہاں تک اس پارٹی کا تعلق ہے جس سے تم نکراتے تھے۔ ہو سکتا ہے اس کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اور کوڈ درڈ کا ملنا اتفاق ہی ہو۔ بہر حال ابھی اس بارے میں صحیح طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا“..... عمران نے جواب دیا۔

پھر عمران نے جیپ کی رفتار بڑھا دی۔ وہ جلد از جلد محل پہنچ جانا چاہتا تھا تاکہ اس سلطے میں فوری طور پر سلطان سے رابطہ قائم کر سکے۔ عمران کو سنجدہ دیکھ کر صدر بھی خاموش رہا۔ جلد ہی جیپ شہر میں داخل ہو گئی۔ عمران نے جیپ سن رائز ہوٹل کے سامنے روک دی۔

”صدر۔ تم جاؤ، میں کل تم لوگوں سے ملوں گا“..... عمران نے کہا اور صدر اتر کر ہوٹل میں چلا گیا اور عمران نے جیپ آگے بڑھا دی۔

”پھر تو اپنی ہی پارٹی کا ہوا“..... عمران نے جواب دیا۔ اب وہ شخص ایک میز پر بیٹھ چکا تھا۔

”کیا مطلب“..... صدر نے پوچھا۔

”بھی ہم سے بڑا شیطان بھی کوئی ہو سکتا ہے“..... عمران نے منہ بنا کر کہا۔

”تم ہو گے شیطان، ہم کیوں ہوتے لگے“..... جولیا نے غصے سے کہا۔ اسے دراصل اس بات پر غصہ آ رہا تھا کہ اس کیس میں اس کی پوزیشن زیر و رہی۔ صدر اور شکلیل نے تو چلو کچھ کام بھی کر لیا۔ وہ تو صرف ہوٹل میں رہنے کے علاوہ اور کچھ نہ کر سکی تھی۔

”تو تم شیطان نہیں ہو بلکہ تمہیں شیطانی کہنا چاہئے۔ کیوں صدر۔ شیطان کی موئٹ شیطانی ہی ہو گی نا“..... عمران نے کہا۔

”شیطانی نہیں بلکہ شیطانیہ کہتے“..... صدر نے کہا۔

”شیخ اپ“..... جولیا نے غصے سے کہا۔

”آپتھے بولو صدر۔ کسی پبلیشرز نے ”شیطانیہ“ کا لفظ سن لیا تو اپنے تازہ رومانی ناول کا نام رکھ لے گا کیونکہ ناولوں کی بڑی شارتیج ہے آج کل“..... عمران نے جولیا کی بات سنی ان سنبھالتے ہوئے کہا اور سب کے ساتھ جولیا بھی کھیانی نہیں ہٹنے لگی۔

”آپ نے عمران صاحب اس کوٹھی کا پتا چلا�ا جس سے ہم فرار ہوئے تھے“..... کیپشن شکلیل نے سوال کیا۔

”کم از کم تم تو فرار نہیں ہوئے تمہیں تولاد کر لے آیا گیا تھا۔

نے انہیں بتایا کہ ایکسو نے تصدیق کر لی ہے کہ مجرب بالکل صحیح کہہ رہا ہے۔

”یہ بھی محاورہ ہے عمران صاحب“..... صدر نے ہستے ہوئے کہا۔

”ویسے یہ کیس بھی زندگی بھر یاد رہے گا۔ اب تک تو آخر میں مجرموں کو پکڑ کر خوش ہوا کرتے تھے۔ اب خود شرمندہ ہونا پڑا“..... کیپشن شکلیل نے کہا۔

”تو اب کیا واپس دارالحکومت چلیں“..... جولیا نے بیزاری سے کہا۔

”تو اور کیا زندگی بھر بیہیں ڈیرے ڈالنے کا ارادہ ہے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”لیکن عمران صاحب۔ وہ پارٹی جس سے ہم مکراۓ تھے اس کا کیا بنتے گا“..... صدر نے سوال کیا۔

”شیطان تو وہ بن ہی چکے ہیں اب انہوں نے اور کیا بنتا ہے“..... عمران نے جواب دیا۔

اچانک صدر ایک شخص کو دیکھ کر بری طرح چونکا وہ شخص ابھی اپنے ہاں میں داخل ہوا تھا۔

”کون ہے یہ“..... عمران نے پوچھا۔

”شیطانوں کی پارٹی کا آدمی ہے اسے میں نے اسی کوٹھی میں دیکھا تھا“..... صدر نے جواب دیا۔

آہستہ سے چلتا ہوا ہال سے باہر نکل آیا۔ باہر نواب صاحب سے حاصل کی ہوئی کار کھڑی تھی۔ وہ کار میں بیٹھ گیا۔ کار تقریباً ریگتی ہوئی کمپاؤڈ سے باہر نکل آئی۔ سڑک پر آ کر اس کی رفتار تیز ہو گئی۔ اگلے موڑ پر اچانک عمران ایک کار کو دیکھ کر چونکا اور پھر اس نے اپنی کار اس کار کے پیچے لگا دی۔ اگلی کار کو مجرّد اشتقاق چلا رہا تھا۔ عمران بغیر کسی مقصد کے اس کا تعاقب کرنے لگا۔ مختلف سڑکوں سے ہوتی کار و اُشن کا لونی کی ایک کوٹھی کے کمپاؤڈ میں چلی گئی۔ عمران نے کار کوٹھی سے کافی فاصلے پر روک دی اور پھر اتر کر ٹھلتا ہوا گیٹ کی طرف بڑھا۔ اس نے گیٹ پر نظر ڈالی لیکن وہاں کوئی نیم پلیٹ موجود نہیں تھی۔ وہ واپس کار تک چلا آیا اور پھر وہ کافی دیر تک کار میں بیٹھا۔ مجرّد کے باہر نکلنے کا انتظار کرتا رہا لیکن مجرّد باہر نہیں نکلا۔ اچانک اسے خیال آیا کہ کوٹھی میں گھس کر دیکھا جائے کہ مجرّد یہاں کس سے ملے آیا ہے۔ دراصل وہ ذہنی طور پر ابھی مطمئن نہیں ہوا تھا۔ اس کا ذہن بار بار کہہ رہا تھا کہ معاملہ اتنا سیدھا سادھا نہیں جتنا کہ ظاہر ہوا ہے۔ اسی خلجان کے تحت اس نے مجرّد کا تعاقب کیا تھا۔ چنانچہ اس نے کوٹھی میں داخل ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ اب کار سے اتر کر کوٹھی کی پشت کی طرف جانے لگا اور پھر ایک درخت کے ذریعے وہ بڑی آسانی سے کوٹھی کی دیوار پھاند کر اندر داخل ہو گیا۔ کوٹھی کافی وسیع و عریض تھی۔ وہ سینے کے بل رینگتا ہوا برآمدے تک پہنچ گیا۔ برآمدہ تاریک تھا۔ برآمدے

ویسے وہ کوٹھی خالی پڑی ہے۔..... عمران نے جواب دیا۔ ”میں صدر کا بڑا ممنون ہوں۔ اسی کی کوشش سے میری زندگی بچی ہے۔..... تکلیل نے بڑی طہانت سے صدر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”ارے چھوڑو دوست۔ اگر میں تمہاری پوزیشن میں ہوتا تو کیا تم وہی نہ کرتے جو میں نے کیا تھا؟..... صدر نے کہا۔

”یقیناً۔..... کیپٹن تکلیل نے جواب دیا۔

”بس تو پھر منونیت کیسی؟..... صدر نے کہا۔

انتہے میں وہ شخص چائے پی کر ہال سے باہر جانے لگا۔

”جو لیا۔ تمہارے لئے کام نکل آیا۔ تم اس شخص کا تعاقب کرو۔ یقیناً کوئی نہ کوئی کام تمہیں مل ہی جائے گا۔..... عمران نے جولیا سے کہا اور جولیا فوراً اٹھ کھڑی ہوئی اور پھر وہ بھی اس شخص کے پیچے چلتی ہوئی ہال سے باہر نکل گئی۔

”آپ نے مس جولیا کو کیوں بھیج دیا، میں چلا جاتا۔..... صدر نے پوچھا۔

”اب جولیا یہاں آئی ہے تو کوئی نہ کوئی کام تو کر لے۔..... عمران نے لاپرواہی سے جواب دیا۔

”اچھا۔ اب میں چلتا ہوں۔..... تھوڑی دیر بعد عمران نے کہا۔

”دارالحکومت واپسی کب ہوگی؟..... صدر نے پوچھا۔

”عنی الحال کوئی پتہ نہیں۔..... عمران نے جواب دیا اور پھر وہ

سے روشنی کی ایک بہلی سی لکیر باہر آ رہی تھی۔ اس نے کی ہول سے آنکھ لگا دی۔ کمرے میں اس وقت میجر اشفاق موجود تھا۔ میجر کی پشت عمران کی طرف تھی۔ میجر کے سامنے ایک اور دراز قامت لیکن دبلا پتلا آدمی بیٹھا ہوا تھا اور دونوں گفتگو میں مصروف تھے۔ عمران کو خیال آیا کہ کہیں وہی دراز قامت نہ ہو جس کا ذکر صدر اور کیپشن شکیل نے کیا تھا۔ اس نے ان کی گفتگو سننے کے لئے کی ہول سے کان لگا دیا۔

”مسٹر طالب۔ گو میں نے ایک جنس کے آدمیوں کو مطمین کر دیا ہے لیکن پھر بھی تمہیں خیال رکھنا چاہئے۔ مش بڑا اہم ہے اور ہم مشن کی تکمیل کے قریب ہیں۔“..... میجر کی آواز سنائی دی۔

”میرے خیال میں تو معاملہ نہ پڑتے ہی گیا۔ ویسے تم ان کا حلیہ بتا دو۔ میں اپنے آدمی ان کے تعاقب میں لگا دوں گا جب تک وہ دارالحکومت واپس نہیں چلے جائے۔“..... دوسرے آدمی طالب کی آواز سنائی دی۔

”ارے ان کا لیڈر تو وہی ہے جو نواب صاحب کے ہاں نہ ہوا ہے۔“..... میجر نے کہا۔

”اوہ۔ اچھا پھر تو افضل وہاں موجود ہے۔“..... طالب نے مطمین انداز میں کہا۔

اتھے میں ٹیلی فون کی گھنٹی بج اٹھی۔ دراز قامت نے رسیور اٹھا لیا۔

”لیں۔“..... طالب نے کہا۔
”تم اسے لے کر کوئی پر آ جاؤ۔ فوراً۔“..... یہ کہہ کر طالب نے رسیور رکھ دیا۔

”کون تھا۔“..... میجر نے پوچھا۔

”تمہرالیون تھا۔ وہ ہتا رہا تھا کہ ہوٹل سن ریز سے کوئی غیر ملکی لڑکی اس کا تعاقب کر رہی تھی۔ اس نے اسے بے ہوش کر لیا ہے۔“..... طالب نے جواب دیا۔

”غیر ملکی لڑکی۔ ارے یہ اسی پارٹی کی نہ ہو جس کے آدمی کو نو شدید نے اشارہ کیا تھا۔“..... میجر نے چونکتے ہوئے کہا۔
”میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ نو شدید کی موت کے بعد اس پارٹی کا کوئی پتہ نہیں چل رہا تھا۔ شاید کوئی کلیو مل جائے۔“..... طالب نے جواب دیا۔

ادھر عمران غیر ملکی لڑکی کے متعلق سن کر چونکا۔ وہ سمجھ گیا کہ یہ جو لیا ہی ہوگی۔ اب وہ کسی محفوظ جگہ پر پہنچنا چاہتا تھا تاکہ جو لیا کو چھڑوا سکے۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ برآمدے سے ہی اسے سیڑھیاں نظر آ گئیں۔ وہ آہستہ سے سیڑھیاں چڑھنے لگا اور پھر وہ دوسری منزل میں پہنچ گیا۔ یہاں اسے ایک ایسی گلری مل گئی جس میں پہلی منزل کے تمام کمروں کے روشنдан تھے۔ یہ ایک انتہائی محفوظ جگہ تھی۔ دو روشندان روشن تھے۔ وہ یقیناً اسی کمرے میں ہوں گے۔ وہ ایک روشنдан کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔ اس نے

آہستہ سے روشن داں کو دبایا اور روشنдан ذرا سا کھل گیا۔ یہ واقعی وہی کمرہ تھا۔ اس نے غیر محسوس طریقے سے روشندان کو کافی کھول لیا تھا۔ اب وہ آسانی سے کمرے میں دیکھ بھی سکتا تھا اور ان کی گفتگو کو سن بھی سکتا تھا۔ دونوں خاموش بیٹھے کچھ سوچ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا۔ پھر وہی شخص جو انہیں ہوٹل میں ملا تھا بے ہوش جولیا کو کاندھے پر لا دے اندر داخل ہوا۔

”نمبر الیون۔ اس لڑکی کو سامنے والی کرسی پر بٹھا کر اچھی طرح باندھ دو۔“..... طالب نے اس کو حکم دیا اور اس نے حکم کی تقلیل کی۔ ”اسے ہوش میں لاو۔“..... طالب نے کہا اور نمبر الیون نے میز سے پانی کا گلاس اٹھا کر جولیا کے منہ پر چھینٹے مارنے شروع کر دیئے۔ چند ہی لمحوں میں جولیا ہوش میں آگئی۔ ہوش میں آنے کے بعد وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہی تھی جیسے سوچ ہی ہو کہ وہاں کیسے آگئی ہے۔ طالب اور میجر اس کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ ”تم کون ہو اور اس کا کیوں تعاقب کر رہی تھیں؟“..... طالب نے بڑے تھمانہ لبھے میں پوچھا۔

”تعاقب۔ کیا تمہارا دماغ خراب ہے۔ میں کیوں اس کا تعاقب کرتی اور تم نے مجھے باندھ کیوں رکھا ہے؟“..... جولیا بڑی اچھی اداکاری کر رہی تھی۔

”سیدھی طرح بتا دو لڑکی ورنہ خیال رہے مجھے عورتوں پر تشدد کرتے ہوئے قطعی رحم نہیں آتا۔“..... طالب کی آواز میں بے انتہا

سختی تھی۔

”ایک بار کہا تو ہے کہ میں کوئی تعاقب نہیں کر رہی تھی۔ چھوڑو مجھے۔“..... جولیا نے غصے سے جواب دیا۔

”نمبر الیون۔“..... طالب نے اسی شخص سے مخاطب ہو کر کہا جو جولیا کو لے کر آیا تھا۔

”لیں سر۔“..... نمبر الیون نے موذہانہ لبھے میں کہا۔

”چاقو لے آؤ۔“..... طالب نے کہا۔

”میرے پاس موجود ہے۔“..... نمبر الیون نے جیب سے ایک بڑا سا چاقو نکال کر کھول لیا۔

”اس کی ناک کاٹ دو۔“..... طالب نے بے رحمی سے کہا اور نمبر الیون چاقو لے کر جولیا کی طرف بڑھا۔ عمران نے جیب سے ریوالوز نکال لیا۔

”تھہرو۔ میں پوچھتا ہوں۔“..... میجر نے نمبر الیون کو روکتے ہوئے کہا۔ نمبر الیون رک گیا۔

”ہتاو لڑکی۔ تم کون ہو اور کس لئے اس کا تعاقب کر رہی تھیں۔ اگر تم بھیج بھا دو تو میں تمہیں بچا لوں گا ورنہ یہ سخت بے رحم واقع ہوئے ہیں۔“..... میجر کی آواز میں بڑی مشہاس تھی۔

”یہ حقیقت ہے کہ میں کچھ نہیں جانتی۔ آپ لوگوں کو غلط فہمی ہوئی ہے۔“..... جولیا اپنی بات پر اڑی رہی۔

”نمبر الیون، جو تمہیں کہا گیا ہے کرو۔ یہ ایسے نہیں مانے گی۔“

طالب نے کہا اور نمبر الیون ایک بار پھر جولیا کی طرف بڑھا۔
”دھیان رکھو۔ کہیں یہ بھی نوشینہ کی طرح نہ مرجائے“..... مجرم
نے طالب سے مخاطب ہو کر کہا۔

”نہیں۔ میں اسے مرنے نہیں دوں گا“..... طالب نے جواب
دیا۔ اتنے میں نمبر الیون کے بھی انک چاقو کی نوک جولیا کی آنکھ
کے قریب پہنچ گئی۔ جولیا کا رنگ فت ہو گیا۔
”نکال دو آنکھ“..... طالب نے کہا اور نمبر الیون کا ہاتھ اٹھا۔
”ظہرو۔ ظہرو“..... جولیا ہڈیاتی انداز میں چھپی۔ نمبر الیون رک
گیا۔

”تم لوگ کیا پوچھتا چاہتے ہو“..... جولیا نے کہا۔
”تمہارا نام کیا ہے“..... طالب نے سوال کیا۔
”صوفیہ“..... جولیا نے جواب دیا۔
”رہائش“..... طالب نے کہا۔

”سن رائز ہوٹل میں“..... جولیا نے جواب دیا۔
”دارالحکومت سے آئی ہو“..... طالب نے پوچھا۔
”ہاں“..... جولیا نے مختصر جواب دیا۔

”اس کا تعاقب کیوں کر رہی تھیں“..... طالب نے سوال کیا۔
لیکن جولیا خاموش رہی۔

”پیاؤ“..... طالب دھاڑا۔
”مجھے باس نے حکم دیا تھا“..... آخر کار جولیا بولی۔

”تمہارا باس کون ہے“..... طالب کی آواز میں اب تدرے
نہیں تھی۔

”میں نے اسے کبھی نہیں دیکھا، صرف آواز سنی ہے“..... جولیا
رک رک کر بتا رہی تھی۔

”کیا نام ہے تمہارے باس کا“..... طالب نے کہا
”زیروفور“..... جولیا نے جواب دیا۔

”زیروفور۔ یہ کیا ہوا“..... طالب نے حیرت سے دہرا دیا۔

”وہ اپنے آپ کو یہی کہہ کر پکارتا ہے“..... جولیا نے جواب
دیا۔

”کیا تم جانتی ہو کہ تمہارے باس نے اس کے تعاقب کا حکم
کیوں دیا تھا“..... طالب نے پوچھا۔

”نہیں۔ مجھے صرف تعاقب کا حکم ملا تھا“..... جولیا نے جواب
دیا۔

”تم باس کو روپورٹ کیسے دیتیں“..... طالب نے کہا۔

”وہ خود فون کر کے پوچھ لیتا“..... جولیا بڑی اچھی جا رہی تھی۔
”ہوں۔ تم کب سے یہاں موجود ہو“..... طالب نے کہا۔

”ایک ہفتے سے“..... جولیا نے جواب دیا۔

”اب تک تم نے اور کیا کام کئے ہیں“..... طالب نے کہا۔

”کچھ نہیں پہلا کام یہی تعاقب تھا“..... جولیا نے کہا۔

”تمہارے ساتھ اور کتنے آدمی آئے ہوئے ہیں“..... طالب

”او کے سر“..... نمبر الیون نے کہا اور پھر وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ شاید وہ میک اپ کرنے گیا تھا۔

”اچھا طالب میں چلتا ہوں۔ کسی خاص بات کا علم ہوت تو مجھے ضرور بتانا“..... مجرم نے کہا۔

”او کے“..... طالب نے کہا اور پھر اس سے ہاتھ ملا کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

اب عمران کا وہاں رکنا بے کار تھا چنانچہ وہ بڑی آہنگی سے سیر ہیوں سے اترتا ہوا برآمدے میں آیا اور پھر چند لمحوں بعد وہ چھپلی دیوار سے چھلانگ لگا کر اپنی کار کی طرف جا رہا تھا پھر اس کی کار سن رائٹ ہوٹل کی طرف دوڑنے لگی۔ سن رائٹ ہوٹل پہنچ کر وہ سیدھا صدر کے کمرے میں پہنچا۔

”صدر، جولیا واپس پہنچ تو تم دونوں اس سے قطعی شناسائی ظاہر نہ ہونے دینا اور جولیا کو بھی فون پر بتا دینا کہ وہ تم لوگوں سے علیحدہ رہے۔ باقی بات چیت وہ ٹرائیمیز پر مجھ سے کر لے گی۔“

عمران نے اسے ہدایات دیں۔

”مگر بات کیا ہے“..... صدر نے حیرت سے پوچھا۔

”جولیا مجرموں کی نظر میں آگئی ہے“..... عمران نے مختصر سا جواب دیا۔

” مجرم“..... صدر نے حیرت سے کہا۔

”ہاں۔ صدر۔ معاملہ واقعی کچھ گز بڑ ہے۔ ابھی ہمیں یہیں رکنا

نے سوال کیا۔

”مجھے علم نہیں“..... جولیا نے جواب دیا۔

”تم سچ کہہ رہی ہو“..... طالب نے پوچھا۔

”بالکل“..... جولیا نے اعتقاد سے کہا۔

”نمبر الیون۔ اسے بے ہوش کر کے کسی چوک میں ڈال آؤ۔ یہ ہمارے کام کی نہیں ہے“..... طالب نے اچانک نمبر الیون کو حکم دیا اور نمبر الیون نے پھرتی سے جیب سے روپالور نکال کر اس کا دستہ جولیا کے سر پر رسید کر دیا۔ جولیا کا سر لٹک گیا۔ وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔

”میرے خیال میں یہ جھوٹ بول رہی ہے۔ یہ اپنے باس کو جانتی ہے۔ اب یہ ہوش میں آکر سیدھی وہیں جائے گی۔ میں نمبر الیون کو اس کے تعاقب میں بھیج دیتا ہوں۔ ہمیں اس کے باس کا پتہ چل جائے تو پھر معاملہ آگے بڑھے گا“..... طالب نے مجرم سے مخاطب ہو کر کہا۔

”ہاں۔ یہ تو ٹھیک ہے۔ اس طرح ہم بڑی آسانی سے سرغہ تک پہنچ سکتے ہیں لیکن نمبر الیون میک اپ کر لے تاکہ یہ اسے پہچان نہ لے“..... مجرم نے کہا۔

”نمبر الیون۔ تم میک اپ کر کے اس لڑکی کو کہیں دور ڈال دو اور پھر جب اسے ہوش آ جائے تو اس کا تعاقب کرو اور مجھے رپورٹ دو“..... طالب نے کہا۔

ہو گا۔..... عمران نے مجھم سا جواب دیا اور پھر اس سے پہلے کہ صدر کوئی اور سوال کرتا، عمران تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ صدر آنکھیں پھاڑے رہ گیا۔ آج کل عمران کی غیر معمولی سنجیدگی اس کی سمجھ سے بالاتر تھی۔

رات کے دو بجے تھے۔ جنگل میں بھی انک سکوت طاری تھا۔ کبھی کبھار دور سے کسی شیر کی دھاڑ اس خاموشی کے طسم کو درہم برہم کر دیتی پھر وہی اعصاب شکن خاموشی طاری ہو جاتی۔ عمران سیاہ کپڑوں میں ملبوس ہڑے محتاط انداز میں جنگل میں چلا جا رہا تھا۔ وہ بار بار رک کر چاروں طرف دیکھتا اور پھر آگے بڑھنے لگا۔ جنگل میں کافی دور بڑھ آنے کے بعد اب وہ اور بھی زیادہ محتاط ہو گیا کیونکہ اس کے خیال کے مطابق ڈینجر زون شروع ہو گیا تھا۔ ایک درخت کے قریب پہنچ کر اسے خطرے کا احساس ہونے لگا۔ وہ اس درخت کے تنے سے چمٹ گیا۔ اندھیرے میں کافی دور چلنے کے بعد اب اس کی آنکھیں اندھیرے میں دیکھنے کی عادی ہو گئی تھیں۔ وہ اور بھی غور اور توجہ سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا پھر اس نے اپنے سے تقریباً چار درخت آگے ایک سیاہ پوش کو درخت پر بیٹھا

لیکن عمران کا مقصد حل ہو گیا۔ وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ان کا لیڈر کس درخت پر ہے۔ اب اسے اچھی طرح اندازہ ہو گیا کہ لیڈر کہاں ہے۔ لائٹ بجھ گئی۔

”کوئی بھی نہیں ہے نمبر لو“..... جس درخت سے نارج جلائی گئی تھی، وہاں سے آواز آئی۔

”پھر وہ میں خود اتر کر وہاں دیکھتا ہوں۔“ میشن فائز نہ کرنا اور بھی نہیں تھا۔ وہ متواتر رینگتا رہا۔ اس کے رینگنے کی رفتار انتہائی سست تھی۔ حد سے زیادہ سست۔ اب وہ اس درخت سے پہلے درخت کے نیچے بچنے لگا۔ وہ چند لمحے تک وہیں پڑا ماحول کا اندازہ کرتا رہا پھر اس نے جیب سے ایک چھوٹا سا پستول نما آلہ نکالا اور سامنے کے رخ اس کی نال کر کے ٹریگر دبادیا۔ ایک لمحے بعد اس سے تقریباً سو گز دور جھاڑپوں میں سرراہٹ ہوئی جیسے کوئی چیز آہستہ سے گزری ہو۔ اس ہتھیار کا کمال تھا کہ اس سے خاص قسم کا راکٹ نکلتا تھا جو سو گز دور زمین پر تقریباً چھ سات فٹ گھستتا تھا کہ سننے والے کو بھی اندازہ ہوتا کہ وہاں سے کوئی چیز گزری ہے۔ یہ ہتھیار عمران کی ہی ایجاد تھی اور وہ ہی اس سے کافی کام لیتا تھا جس جگہ سرراہٹ ہوئی ایک لمحے بعد وہاں زوں کی آوازیں آنے لگیں۔ چند لمحے بعد اچانک ایک درخت سے آواز آئی۔ ادھر ادھر دیکھتا رہا پھر واپس اپنے مقام کی طرف مڑ گیا۔

”نارج بجا دو، کچھ نہیں ہے، کوئی سانپ وغیرہ ہو گا نکل گیا۔“ اس نے جاتے جاتے حکم دیا اور پھر وہ واپس اپنے مخصوص درخت

دیکھ لیا۔ اس نے اطمینان کا سائنس لیا کہ وہ ہر وقت سنبھل گیا تھا ورنہ بے خبری میں مارا جاتا۔ ان کی گردیں کاشتے والی مشینیں واقعی خطرناک تھیں اور پھر انہیں کے تیر کو کون روک سکتا ہے۔ وہ زمین پر لیٹ کر رینگنے لگا۔ ویسے اسے سانپ اور دیگر زہریلے حشرات الارض کا بھی خطرہ تھا لیکن اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار بھی نہیں تھا۔ وہ متواتر رینگتا رہا۔ اس کے رینگنے کی رفتار انتہائی سست تھی۔ حد سے زیادہ سست۔ اب وہ اس درخت سے آہستہ سے گزری ہے۔ اس ہتھیار کا کمال تھا کہ اس سے خاص قسم کا راکٹ نکلتا تھا جو سو گز دور زمین پر تقریباً چھ سات فٹ گھستتا تھا کہ سننے والے کو بھی اندازہ ہوتا کہ وہاں سے کوئی چیز گزری ہے۔ یہ ہتھیار عمران کی ہی ایجاد تھی اور وہ ہی اس سے کافی کام لیتا تھا جس جگہ سرراہٹ ہوئی ایک لمحے بعد وہاں زوں کی آوازیں آنے لگیں۔ چند لمحے بعد اچانک ایک درخت سے آواز آئی۔

”نمبر سکس۔ لائٹ ڈالو۔ یہ شاید گیدڑ کی آواز تھی“..... ایک مردانہ آواز سنائی دی۔ اور پھر وہاں نارج کی روشنی پڑنے لگی لیکن وہاں کچھ ہوتا تو ملتا

کوئی آواز نکالتا۔ عمران کا ایک بازو اس کی گردن کے گرد حائل ہو گیا اور دوسرا ہاتھ اس کے منہ پر مضبوطی سے جم گیا۔ عمران خود ایک اور شاخ سے ٹیک لگانے کھڑا تھا۔ نمبر ٹو نے جدو جهد کرنی چاہی لیکن عمران جانتا تھا کہ حرکت کرنے سے وہ کہیں نیچے نہ جائے۔ اس لئے عمران نے گرفت مضبوط کر دی۔ نمبر ٹو مل بھی نہ سکا۔ چند لمحوں بعد نمبر ٹو کی گردن ڈھلک گئی۔ سائنس بند ہونے کی وجہ سے وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ اب مسئلہ تھا نمبر ٹو کو ٹھکانے لگانے کا تھا۔ عمران کا ذہن الجھ کر رہ گیا۔ اسے اس پر اب لم کا کوئی حل تظریف نہیں آ رہا تھا۔ اگر وہ نمبر ٹو کو چھوڑتا تو وہ یقیناً نیچے جا گرتا اور پھر معاملہ خراب ہو جاتا اور پھر اس کی رویدادی میڈیا کھوپڑی نے کام دکھایا اور سارا معاملہ حل ہو گیا۔ اس نے ایک ہاتھ سے نمبر ٹو کو سنجھا لے رکھا اور دوسرے ہاتھ سے اپنی بیلٹ کھولنی شروع کر دی۔ بیلٹ کھول کر اس نے بڑی احتیاط سے نمبر ٹو کی گردن کو ایک تنے کے ساتھ بیلٹ سے کس دیا۔ اب نمبر ٹو گردن کے بل تنے سے لٹکا رہا لیڈر صاف نظر آنے لگا۔ لیڈر کا منہ ادھر ہی تھا جدھر سرراہیں ہوئی تھیں۔ وہ اوپر چڑھتا گیا۔ اب وہ اس کے قریب پہنچ گیا لیکن بے حد احتیاط کے پاؤ جو نمبر ٹو نے اس کی آہٹ سن لی اور وہ یکدم چوڑکا اور عمران کی طرف دیکھنے لگا۔ اسے یقیناً عمران کی دہائی موجودگی کا تصور بھی نہ ہو گا اس لئے وہ چند لمحے تک دیکھتا رہ گیا۔ اب عمران کے لئے چھپنا بے کار تھا۔ اس نے تیزی سے جمپ کیا اور دوسرے لمحے اسی شاخ پر پہنچ گیا اور پھر اس سے پہلے کہ نمبر ٹو

پر چڑھ گیا۔ نارج بچھ گئی۔ اب وہاں دوبارہ گھبرا دھیرا چھا گیا۔ عمران اب واپس رینگنے لگا۔ کافی دور جانے کے بعد وہ مڑا اور پھر واٹکیں جانب رینگتا رہا۔ اس طرح کافی دریتک رینگنے کے بعد وہ چکر کاٹ کر اپنے اندازے کے مطابق نمبر ٹو والے درخت کے قریب پہنچ گیا۔ اتنی دریتک کی وجہ سے اس کی کہنوں اور گھننوں میں درد ہونے لگا لیکن عمران اس کی کب پرواہ کرتا تھا اسکے پھر وہ اس پر خست کے نیچے رک گیا۔ وہ اس وقت شدید خطرے میں تھا کیونکہ کوئی بھی چیک کر لیتا تو گردن کٹ سکتی تھی۔ اس نے ایک بار پھر جیب سے وہی مخصوص ہتھیار نکالا اور مختلف سمت میں دو فارڈ کر دیئے۔ وہی مخصوص سرراہٹ ہوئی۔ وہ بچھ گیا کہ سب کی توجہ انہی سرراہیوں والے مقام کی طرف ہو گئی اس لئے وہ تیزی سے اٹھا اور پھر پھرتی لیکن بے حد احتیاط سے درخت پر چڑھنے لگا۔ چند ہی لمحوں میں وہ کافی اوپنچا چلا گیا۔ اب اسے درخت پر بیٹھا ہوا لیڈر صاف نظر آنے لگا۔ لیڈر کا منہ ادھر ہی تھا جدھر سرراہیں ہوئی تھیں۔ وہ اوپر چڑھتا گیا۔ اب وہ اس کے قریب پہنچ گیا لیکن بے حد احتیاط کے پاؤ جو نمبر ٹو نے اس کی آہٹ سن لی اور وہ یکدم چوڑکا اور عمران کی طرف دیکھنے لگا۔ اسے یقیناً عمران کی دہائی موجودگی کا تصور بھی نہ ہو گا اس لئے وہ چند لمحے تک دیکھتا رہ گیا۔ اب عمران کے لئے چھپنا بے کار تھا۔ اس نے تیزی سے جمپ کیا اور دوسرے لمحے اسی شاخ پر پہنچ گیا اور پھر اس سے پہلے کہ نمبر ٹو

نور عمران آہستہ آہستہ نیچے اترنے لگا اور پھر درخت سے اتر کر تیزی سے مخالف سمت چلنے لگا۔ وہ دراصل دوسروں کو یہ موقع بھی نہیں دینا چاہتا تھا کہ وہ غور کریں۔ کافی دور تک چلنے کے بعد جو اس نے محسوس کیا کہ وہ ان لوگوں سے خاصاً دور نکل آیا ہے اس نے بیٹ کھول کر نمبر ثو کی لاش کو نیچے رکھا اور پھر جیب سے چاقو نکال کر نمبر ثو کی لاش کے چہرے کو بگاڑنے لگا۔ لاش پر چاقو چلانا خاصاً کراہت آمیز کام تھا لیکن بد رجہ مجبوری وہ یہ کام بھی سرانجام دیتا رہا۔ جب اس نے محسوس کیا اب اسے پہچانا نہیں جاسکتا تو اس نے جلدی جلدی اس کے کپڑے اتارے اور اسے ایک گھرے سے گڑھے میں پھینک دیا۔ اس نے یہ سب کام خاصاً جلدی میں کیا تھا کیونکہ زیادہ دیر دوسروں کو شک میں بھی بنتا کر سکتی تھی۔ چاقو اس نے گھاس پر صاف کیا اور بند کر کے جیب میں ڈال لیا۔ اب وہ تیزی سے واپس درخت کی طرف چلا۔

”کوئی بھی نہیں ہے۔ میں اچھی طرح دیکھ آیا ہوں“..... اس نے درخت کے پاس آ کر زور سے کہا اور پھر درخت پر چڑھ گیا۔ اب وہ اطمینان سے درخت پر بیٹھ گیا۔ مقدر نے ساتھ دیا تھا اور سب سے بڑا مسئلہ حل ہو چکا تھا۔ ویسے اب اسے سوچ کر جمانی ہو رہی تھی کہ یہ سب کچھ بخیر و خوبی کیسے ہو گیا بہر حال چونکہ سب کچھ ہو چکا تھا اس لئے اسے قدرتی طور پر خوشی ہو رہی تھی۔ صحیح کے چھ بیچ درخت کے تنے والا دروازہ کھلا وہاں سے چھ سات

صورت بمحض میں نہیں آ رہی تھی۔ ادھر وقت تیزی سے گزر رہا تھا اور اسے احساس بھی تھا کہ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا ہے اس کی پوزیشن خراب ہوتی جا رہی ہے۔ صحیح ہونے والی تھی اسے جو کچھ بھی کرنا تھا صحیح ہونے سے پہلے ہی کرنا تھا۔ اس نے نمبر ثو کو پکڑ کر بیٹ کھلونی شروع کر دی۔ اسے احساس ہو گیا تھا کہ نمبر ثو دم گھٹنے کی وجہ سے مر چکا ہے۔ اس نے بیٹ واپس بند کر دی۔ اسے ایک خیال آ گیا تھا۔ اس نے نمبر ثو کی لاش کو شٹولا اور پھر نمبر ثو کی کمر سے بندھی ہوئی بیٹ بھی کھول لی۔ اس نے اپنی بیٹ کے کلپ میں دوسری بیٹ پھنسائی۔ اب بیٹ ڈبل ہو چکی تھی۔ اس نے نمبر ثو کی لاش کو کمر پر لادا اور اوپر سے بیٹ کے ذریعے اپنے جسم سے اچھی طرح کس لیا پھر اس نے جیب سے سرراہمون والا پستول نکالا اور پیچھے کے رخ پر فائز کر دیا۔ مخصوص سرراہٹ پیدا ہوئی۔

”یہ کیا بات ہے۔ آج یہ کیسی سرراہمیں ہیں“..... عمران نے نمبر ثو کی آواز میں کہا۔
”معلوم نہیں سر کیا معاملہ ہے“..... ایک اور درخت سے آواز آئی۔

”دشہرو میں دیکھتا ہوں۔ تم بیٹھنے رہو۔ ٹارچ وغیرہ جلانے کی بھی ضرورت نہیں اور نہ ہی مشین فائز کرنا“..... عمران نے کہا۔
”او کے سر“..... جواب آیا۔

نقاب پوش باہر نکلے۔ عمران سمجھ گیا کہ ڈیوٹی تبدیل ہونے کا وقت آ گیا ہے چنانچہ وہ درخت کے نیچے اتر آیا اور پھر مختلف درختوں سے چھو سات نقاب پوش اتر آئے۔ آنے والوں میں سے ایک سیدھا عمران کی طرف آیا۔ عمران کے قریب آ کر وہ رک گیا۔ اس نے آہستہ سے کہا۔

”شیطان۔“

عمران ایک لمحے کے لئے جھجکا پھر اس نے اندازے سے جواب دیا۔

”دشکر دشمن دشیطان۔“

”او کے ڈیپر۔“..... اس نے جواب دیا اور عمران اور اس کے ساتھی دروازے میں داخل ہو گئے۔ عمران ایک دفعہ پہلے آ چکا تھا۔ اس لئے وہ بڑے آرام سے گزرتا چلا گیا۔ ایک کمرے کے سامنے وہ رک گیا۔ اس کمرے میں بڑا سارخ دو کا ہندسہ پڑا ہوا تھا۔ اس نے سوچا نمبر دو کا یہی کمرہ ہو گا۔ اس نے آہستہ سے دروازہ بند کر کے چھٹی لگا دی اور پھر منہ سے نقاب اتارا اور پھر جیب سے میک اپ پاکس نکال کر با تھر روم میں گھس گیا۔ نمبر ٹو کا چہرہ اس کے ذہن میں تھا چنانچہ اس نے میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ میک اپ چونکہ اس نے اندازے سے کیا تھا اس لئے اسے شک بھی تھا کہ آیا اس نے صحیح میک اپ بھی کیا ہے یا نہیں کیونکہ وہ ذرا سا بھی رسک نہیں لینا چاہتا تھا چنانچہ اس نے کمرے کی تلاشی لینی شروع

کر دی۔ اسے میز کی دراز سے نمبر ٹو کی تصویر مل گئی اور پھر یہ دیکھ کر وہ اپنے ذہن اور یادداشت کی داد دینے لگا کہ اس نے صرف اندازے کی بنا پر اتنا مکمل میک اپ کر لیا۔ اس نے ان کاغذات کو بغور پڑھنا شروع کر دیا جو میز کی دراز سے نکلے تھے۔ ان کاغذات سے اسے علم ہو گیا کہ نمبر ٹو کا اصل نام رایبرٹ ہے اور وہ پڑوی ملک کا رہنے والا ہے۔ یہ ایک اہم اکشاف تھا۔ اب عمران کی سمجھ میں کچھ کچھ سازش آتی چاہی تھی لیکن یہ صرف اندازے ہی تھے۔ ابھی وہ کاغذات کے مطالعے میں ہی مصروف تھا کہ دروازے پر دشک کی آواز آتی۔ اس نے جلدی سے کاغذات دوبارہ دراز میں ڈالے اور خود اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ اس کا انداز موددانہ تھا۔

”کیا بات ہے۔“..... عمران نے اس کا انداز محسوس کرتے ہوئے تھکمانہ لہجے میں پوچھا۔
”سر۔ آپ کو چیف بلا رہے ہیں۔ مگر مگر۔“..... اس نے کچھ پچکچاتے ہوئے کہا۔
”مگر مگر کیا لگا رکھی ہے۔ سیدھی طرح بات کرو۔“..... عمران نے ہنگھیں دکھائیں۔

”سر۔ ابھی تک آپ نے کپڑے بھی نہیں بدے۔“..... اس نے آخر کہہ ہی دیا۔

”تم اپنے کام سے کام رکھو۔“..... عمران نے اسے بڑی طرح

جھٹک دیا۔

”سوری سر“..... اس نے سر جھکا کر کہا اور پھر وہ کمرے سے باہر چلا گیا۔ عمران نے کپڑوں والی الماری کھولی اسے ایک سوت ذرا سما میلا نظر آ گیا کہ یہ ایک دو دن کا پہنا ہوا ہے۔ اس نے پھرتی سے وہی سوت پہن لیا اور پھر وہ دروازہ بند کرتے ہوئے گیلری میں چلا گیا۔ اسے یقین تھا کہ چیف وہی مجر اشفاق ہی ہو گا اور اس کا دفتر وہ پہلے دیکھے چکا تھا اس لئے اسے وہاں تک جانے میں کسی پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑا۔ وہ دروازے کے پاس پہنچ کر ایک لمحے کے لئے رک گیا۔ اس نے ایک تنقیدی نظر اپنے سر اپ پر ڈالی اور پھر مطمئن ہو کر دروازے پر بلکل سی دستک دی۔

”کم آں“..... اندر سے آواز آئی اور عمران دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ مجر اشفاق میر کے پیچے موجود تھا۔

”شیطان“..... مجر اشفاق نے بغور اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

”وس کروڑ میں دو شیطان“..... عمران نے بلا جھگٹ جواب دیا اور مجر اشفاق کے چہرے پر قدرےطمینان کے تاثرات پھیل گئے۔

”بیٹھو“..... مجر اشفاق نے ایک کرسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ عمران قدرے موڈبائی انداز میں ایک کرسی پر بیٹھ گیا۔

”نمبر ٹو۔ رات کو کوئی خاص بات ہوئی“..... مجر اشفاق کا لمحہ سرد تھا۔

”لیں چیف۔ رات تین بار کچھ عجیب قسم کی سرسرائیں سنائیں جھٹک دیا۔
دیں جیسے دور کوئی جھاڑیوں میں رینگ رہا ہو لیکن چیلنج کے باوجود کوئی مشتبہ چیز نظر نہیں آئی“..... عمران نے جواب دیا۔

”تم نے خود چیک کیا“..... مجر اشفاق کا لمحہ معنی خیز تھا۔
”لیں چیف۔ دو بار میں خود چیک کرنے گیا“..... عمران نے جواب دیا لیکن اب اس کے دل میں شک سرا بھار نے لگا کہ ضرور اس کی شخصیت پر شک ہو گیا ہو۔

”آخری بار تم نے کوئی خاص چیز چیک کی“..... مجر اشفاق نے کہا۔

”میں سمجھا نہیں چیف“..... عمران نے حیرت سے پوچھا۔

”جہاں تم آخری بار چیک کرنے گئے وہاں کوئی خاص چیز“..... مجر اشفاق کا لمحہ انتہائی معنی خیز ہو چکا تھا۔

”نو سر“..... عمران نے جواب دیا۔ لیکن اب وہ پوری طرح چوکنا ہو گیا تھا کیونکہ اسے پورا یقین ہو گیا کہ اصل نمبر ٹو کی لاش مل چکی ہے اور وہ پہچانی جا چکی ہے۔

”ہوں“..... مجر اشفاق نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

”سنو۔ ہمیں تم پر مکمل اعتقاد ہے کیونکہ تم ہمارے خاص ساتھی ہو لیکن کل رات ڈنجر زون میں کچھ عجیب و غریب کھیل ہوا ہے۔
مجھے روپورٹ ملی ہے کہ ایک جگہ لاش مل ہے۔ لاش پہچانی نہیں جا سکی کیونکہ درندوں نے اسے بری طرح ادھیر دیا ہے“..... مجر

اشفاق ایک لمحہ کے لئے رک گیا۔ عمران نے اطمینان کی طویل سانس لی۔

”اس کے علاوہ ڈنجر زون میں مختلف جگہوں پر گھاس پر اس طرح کے نشانات ملے ہیں جیسے وہاں کوئی آدمی کہیوں کے بل گھٹتا رہا ہو۔“..... میجر اشفاق نے دوبارہ کہا۔

”بڑی عجیب و غریب اطلاعات ہیں۔“..... عمران نے قدرے حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔

”ہاں لیکن سب سے زیادہ حیرت انگیز اطلاع یہ ہے کہ یہ نشان اس درخت کے نیچے بھی موجود ہیں جس پر تم موجود تھے۔“..... میجر اشفاق نے اسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔

”کیا۔“..... عمران اچھل پڑا۔ وہ شدید حیرت کی کامیاب اداکاری کر رہا تھا۔

”اب تم کیا کہتے ہو۔“..... میجر اشفاق نے اس کی حیرت سے قدرے متاثر ہوتے ہوئے کہا۔

”کمال ہے چیف لیکن یہ کیسے ہو سکتا ہے۔“..... عمران نے اس طرح پوچھا جیسے اسے یقین نہ آ رہا ہو۔

”یہ ہو چکا ہے مسٹر لو۔ مجھے یہ بتائیں کہ ان حالات میں، میں آپ کی پوزیشن کیا سمجھوں۔“..... میجر اشفاق کے لبھ میں تینی آگئی تھی۔

”میں اب کیا کہہ سکتا ہوں۔“..... عمران نے بے چارگی سے کہا۔

میجر اشفاق چند لمحے تک بغور عمران کو دیکھتا رہا۔

”نمبر ثو۔ آپ کی پوزیشن مشکوک ہو چکی ہے اس لئے آپ سمجھا تھا۔ ہونے تک گیٹ سے باہر نہیں جا سکتے۔ آئندہ سے آپ باہر نگرانی کی بجائے پروڈکشن یونٹ میں کام کریں گے۔“..... میجر اشفاق نے کہا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ بے شک تحقیقات کر لیں۔“..... عمران نے مختصر سا جواب دیا۔

”میرے ساتھ آؤ۔“..... میجر اشفاق اٹھ کھڑا ہوا اور پھر میجر اشفاق کے پیچھے وہ کمرے سے باہر نکل آیا۔ مختلف گیلریوں سے نکلنے کے بعد وہ ایک بہت بڑے ہاں میں پیچھے جہاں بے شمار عجیب و غریب مشینیں کام میں مصروف تھیں۔ ہر مشین پر آپ سر موجود تھا۔ عمران مشینوں کو دیکھنے لگا۔ میجر اشفاق ہاں سے گزرنا تھا اب وہ دونوں ایک دروازے کے سامنے پہنچ گئے۔ دروازے پر موجود چوکیدار نے میجر اشفاق کو دیکھتے ہی پھرتی سے دروازہ کھول دیا اور پھر عمران کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں۔ یہاں ایک بہت بڑا رن وے بنایا گیا تھا اور لطف یہ کہ تمام رن وے زمین دوز تھا لیکن پوری چھت پر کہیں بھی ستون نہیں لگائے گئے تھے۔ رن وے کے اردو گرد میزائلز پینگو بنتے ہوئے تھے۔ دروازے کے قریب ہی ایک عمارت تھی۔ میجر اشفاق اس میں چلا گیا۔ عمران بھی ساتھ تھا۔ وہاں جو آدمی موجود تھے وہ میجر اشفاق کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑے

ہوئے۔

”شیطان“..... میجر اشفاق نے کہا۔

”دوس کروڑ میں دو شیطان“..... ان دونوں نے بیک وقت جواب دیا اور عمران دل ہی دل میں مسکرا اٹھا۔

”مسٹر کمار۔ آپریشن کس پوزیشن میں ہے“..... میجر اشفاق نے پوچھا۔

”سر۔ ایک پرسنٹ کام باقی رہ گیا ہے“..... کمار نے موڈبائی لجھے میں جواب دیا۔

”دگراونڈ کنٹرول روم اور اس کا خفیہ گیٹ بن چکا ہے“..... میجر اشفاق نے دوسرا سوال کیا۔

”جی ہاں۔ آج یہ دونوں مکمل ہو رہے ہیں“..... کمار نے جواب دیا۔

”دیکھو۔ کام جلد از جلد ختم کرو۔ حالات خراب ہیں پر یہ یہ نہ بار بار زور دے رہے ہیں“..... میجر اشفاق نے تحکمانہ لجھے میں کہا۔

”ہم اپنی طرف سے پوری کوشش کر رہے ہیں جناب“..... کمار نے جواب دیا۔

”ہوں۔ دیکھو، کل سے مسٹر رابرٹ آپ کے ساتھ کام کریں گے“..... میجر اشفاق نے کہا۔

”او کے سر مگر“..... کمار نے قدرے جھکتے ہوئے کہا۔

”ہاں۔ میں نے ان کی ڈیوٹی تبدیل کر دی ہے“..... میجر اشفاق نے کہا۔

”اچھا میں چلتا ہوں۔ مسٹر رابرٹ آپ ان سے اپنی ڈیوٹی کے بارے میں ڈسکس کر لیں۔ کل سے آپ نے یہیں کام کرنا ہے“..... میجر اشفاق نے کہا اور پھر وہ عمارت سے باہر نکل گیا۔ ”بیٹھنے مسٹر رابرٹ“..... کمار نے میجر اشفاق کے جانے کے بعد عمران سے مسکراتے ہوئے کہا۔ عمران بیٹھ گیا۔

”آپ کی ڈیوٹی میں تبدیلی کی کیا کوئی خاص وجہ ہے“..... کمار کا ساتھی پہلی بار بولا۔

”نہیں۔ بس چیف کی مرضی ہم تو حکم کے غلام ہیں“..... عمران نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے۔ آپ کل ڈیوٹی پر آ جائیے۔ آپ کنٹرول روم میں کام کریں گے“..... کمار نے کہا۔

”اچھا۔ مجھے اجازت دیجئے۔ اب کچھ سر میں گرانی سی محسوس ہو رہی ہے“..... عمران نے اٹھتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں سے ہاتھ ملا کر عمارت سے باہر نکل آیا۔

کیپن شکلیں ٹھیک ہو چکا تھا لیکن کمزوری باقی تھی۔ جولیا جسے ہی ہوئی واپس آئی، صدر نے اسے ٹیلی فون پر عمران کا پیغام دے دیا۔ جولیا نے عمران سے پدایت لینے کے بعد سب سے پہلا کام یہی کیا کہ اس نے میک اپ کر کے اپنا جیسے بالکل تبدیل کر لیا۔ اس کے بعد اس نے ٹیلی فون کا رسیور اٹھایا اور نمبر پریس کرنے لگی۔

”ہیلو“..... رابطہ ملنے پر دوسری طرف سے کیپن شکلیں کی آواز آئی۔ ”کیپن۔ میں جولیا بول رہی ہوں۔ آپ کی طبیعت اب کیسی ہے“..... جولیا نے کہا۔ ”ٹھیک ہوں۔ میرے لائق کوئی کام“..... کیپن شکلیں نے پوچھا۔ ”ہاں۔ آپ کے لئے کام نکل آیا ہے۔ آپ داش کالونی کی

کوٹھی نمبر 130 میں جائیں وہاں وہی طویل القامت جس سے آپ کا مقابلہ ہوا تھا، آپ نے اس کی جگہ لینی ہے۔ صدر بھی آپ کے ساتھ جائے گا۔ وہ اس طویل القامت کو انداز کر کے لے آئے گا۔ میں صدر کو ہدایت دے دیتی ہوں“..... جولیا نے اسے کام کی نوعیت سے آگاہ کیا۔

”ٹھیک ہے۔ میں ابھی صدر کے ساتھ چلا جاتا ہوں“۔ کیپن شکلیں نے جواب دیا۔

”اپنے وارچ ٹرائیمیٹر بھی ساتھ لیتے جائیے گا“..... جولیا نے ہدایت کرتے ہوئے کہا اور پھر طویل القامت طالب کے متعلق عمران سے ملی ہوئی معلومات کیپن شکلیں کو بتا دیں۔

”آپ بے فکر رہیں مس۔ میں طالب کی جگہ بخوبی کام کروں گا“..... کیپن شکلیں نے اسے اطمینان دلاتے ہوئے کہا۔

”او کے ٹھینک یو“..... جولیا نے کہا اور کنکشن کاٹ دیا۔ اب وہ صدر کو رنگ کر رہی تھی۔

”ہیلو“..... دوسری طرف سے صدر کی آواز آئی۔

”میں جولیا بول رہی ہوں“..... جولیا نے کہا

”اوہ۔ مس جولیا خیریت ہے“..... صدر نے کہا۔

”ہاں سب ٹھیک ہے بس تم کام کے لئے تیار ہو جاؤ“..... جولیا نےہستے ہوئے کہا۔

”میں تو ریڈی ہوں مس جولیا“..... صدر نے کہا۔

عمران نے آہستہ سے دروازہ کھولا اور پھر وہ باہر نکل آیا۔ گلری میں مضم سی روشنی تھی۔ وہ آہستہ سے چلتا ہوا گلری کراس کرنے لگا۔ مختلف گلریوں سے گزرنے کے بعد وہ میجر اشراق کے آفس کے سامنے رک گیا۔ آفس کا دروازہ بند تھا۔ عمران نے جیب سے ایک چھوٹی سی تار نکالی اور پھر وہ تار اس نے لاک میں ڈال دی اور اسے ادھر ادھر مخصوص انداز میں گھمانے لگا۔ ایک لمحے بعد ہلکی سی کلک کی آواز سے تالا کھل چکا تھا۔ عمران نے تار نکال کر دوبارہ جیب میں ڈال لی اور دروازہ کو آہستہ سے کھول کر اندر چلا گیا۔ اندر جا کر اس نے دروازہ بند کر دیا۔ کمرہ بالکل تاریک تھا۔ اس نے جیب سے نارچ نکال کر جلائی اور پہلے نارچ کا دائرہ تمام کمرے میں گھمایا۔ نارچ نکالنے سے پہلے اس نے جیب سے ایک نقاب نکال کر منہ پر باندھ لیا تھا پھر اپنا اطمینان کر کے وہ سیدھا

”تو مشر ایور ریڈی صاحب۔ آپ اور کیپٹن شکلیل نے داش کالونی کی کوٹھی نمبر 130 میں جا کر طویل القامت طالب جو گروہ کا سرغندہ ہے اسے اغوا کرنا ہے کیپٹن شکلیل اس کی جگہ لے لے گا اور آپ نے اسے اغوا کر کے نواب صاحب کے محل میں جوزف کے حوالے کر دینا ہے پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔ طالب کو وہاں چھوڑ کر آپ کیپٹن شکلیل کے ساتھی کی جگہ لے لیں“..... جولیا نے ہدایات دیتے ہوئے کہا

”بس اتنا سا کام ہے“..... صدر نے پوچھا۔

”ہاں“..... جولیا نے جواب دیا۔

”میرے خیال میں یہ طویل القامت وہی ہے جس سے میرا اور کیپٹن شکلیل کا ٹکراؤ ہوا تھا“..... صدر نے کہا۔

”ہاں“..... جولیا نے مختصر سا جواب دیا۔

”ٹھیک ہے میں تیار ہوں“..... صدر نے کہا۔

”واچ ٹرانسمیٹر ساتھ لیتے جانا“..... جولیا نے ہدایت کی۔

”اچھا“..... صدر نے جواب دیا اور جولیا نے رسیور رکھ دیا۔

اس نے فوری طور پر یہ ہٹل چھوڑ دینا تھا۔ یہ عمران کی ہدایت تھی اس لئے وہ اپنے بیگ میں اپنی ضروری چیزیں ڈالنے لگی۔

بڑھا اور پھر ایک چکر کاٹ کر عمران کے پیچھے آگیا پھر اس نے عمران کی تلاشی لی اور اس کی جیب سے روپالور نکال لیا۔

”اس کا نقاب اتار دو“..... مجرماً اشراق نے حکم دیا اور اس آدی نے پھرتی سے عمران کے منہ سے نقاب گھبیٹ لیا۔

”رابرٹ تم“..... مجرماً اشراق حیرت سے اچھل پڑا۔ عمران خاموش کھڑا رہا۔

”نہیں۔ تم رابرٹ نہیں ہو سکتے ورنہ تمہیں کہک میں لگے ہوئے الارم کا ضرور علم ہوتا۔ تم ضرور رابرٹ کے میک اپ میں کوئی اور ہو“..... اس نے بڑیڑاتے ہوئے کہا۔

”نمبر الیون۔ میک اپ واشنگ سیلوشن لاو“..... اس نے ایک ساتھی کو حکم دیتے ہوئے کہا اور وہ تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ چند لمحوں بعد وہ سیلوشن کی بول لے آیا۔

”اسے کرسی سے باندھ دو“..... مجرماً اشراق نے حکم دیا۔ عمران ٹائی گنوں کی وجہ سے مجبور تھا۔ ٹائی گنوں کے سامنے وہ اپنا سینگ آرٹ بھی نہیں دکھا سکتا تھا۔ اسے کرسی سے باندھ دیا گیا اور پھر مجرماً اشراق کے کہنے پر اس کا منہ اس سیلوشن سے دھویا گیا۔

”تم مسر علی عمران“..... عمران کا اصل چہرہ دیکھ کر مجرماً کو ایک اور شاک لگا۔

”ہاں مجرماً اشراق۔ یہ میں ہوں“..... عمران نے پڑے اطمینان سے جواب دیا۔

آفس نیبل کی طرف بڑھا اور پھر اسی تار سے اس نے درازوں کے تالے بھی کھو لے۔ اس نے درازوں سے مختلف فائلیں نکال نکال کر دیکھنی شروع کر دیں لیکن کوئی فائل بھی اسے ایسی نہ ملی جسے وہ مشکوک گردان سکتا۔ آخری دراز سے اس نے تمام کاغذات نکالے تو اچانک اس کا ہاتھ دراز کے آخری حصے میں لگا۔ وہاں کونے میں ایک چھوٹا سا ٹکہ محسوس ہوا۔ اس نے کہک پکڑ کر کھینچا تو درازوں کی سائیڈ والی جگہ سے ایک اور خفیہ دراز باہر نکل آئی۔ عمران نے پھرتی سے دراز میں ہاتھ ڈالا۔ دراز میں صرف ایک ہی فائل تھی۔ اس نے فائل کھول کر دیکھنا شروع کر دی۔ جوں جوں وہ فائل پڑھتا گیا اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹتی چلی گئیں۔ یہ ایک بھی ایک سازش تھی اور اب وہ تمام سازشوں کو سمجھے چکا تھا۔ اس نے جیب سے ایک چھوٹا سا سیمرہ نکالا اور فائل کے فولو کھینچنے شروع کر دیئے مگر دوسرے لمحے تجھ کی آواز آئی اور سیمرہ روشن ہو گیا۔ عمران اچھل کر کھڑا ہو گیا۔

”پینڈر اپ“..... ایک گرجدار آواز سنائی دی اور عمران نے دیکھا کہ چار ٹائی گنوں اس کی طرف اٹھی ہوئی ہیں۔ کمرے کے ہر کونے میں ایک ٹائی گن بردار کھڑا تھا۔ عمران نے ہاتھ اٹھا لئے۔ اتنے میں دروازہ کھلا اور مجرماً اشراق دو اور آدمیوں کے ساتھ اندر داخل ہوا۔ اس نے ایک لمحے کے لئے عمران کی طرف دیکھا پھر مسکرا دیا۔ اس نے اپنے ایک ساتھی کی طرف اشارہ کیا وہ آگے

”وَمَنْ بُرُّ ثُوْ كَهَا نَهَيْتَ“..... اس نے تحکما نہ لجھے میں پوچھا۔
”پکوڑے لینے گیا ہوا ہے“..... عمران اپنے دنوں کی سنجیدگی
کے بعد دوبارہ مودع میں آگیا۔

”کیا مطلب“..... غصے سے مجرما شفاق کی آواز پھٹ گئی۔

”ارے تم پکوڑوں کا مطلب بھی نہیں سمجھتے“..... عمران نے
حیرت سے بھر پور لجھے میں پوچھا۔

”شٹ اپ“..... مجرما شفاق دھاڑا۔

”آہستہ مائی ڈیئر مجرما شیطان۔ آہستہ میں بھرہ نہیں ہوں“.....
عمران نے کہا۔

”میں تمہیں گولی مار دوں گا۔ سمجھے“..... مجرما شفاق غرایا۔

”کیوں میں نے کوئی نیکی کا کام کر دیا ہے کیا“..... عمران نے
مسکراتے ہوئے پوچھا۔

مجرما خاموش رہا چند لمحے سوچنے کے بعد وہ ایک الماری طرف
بڑھا۔ وہاں سے اس نے ٹرانسمیٹر نکالا اور پھر اس کا ٹھنڈا کر کال
کرنا شروع کر دیا۔

”ہیلو ہیلو۔ شیطان اسپیلنگ۔ اوور“..... وہ بار بار یہی فقرہ
دھرا رہا تھا۔

”واہ۔ واہ کیا خوب نام رکھا ہے اپنا بالکل اسم باسی“..... عمران
نے ہاتک لگائی۔

”تم خاموش رہو تو بہتر ہے“..... مجرما شفاق نے اسے ڈائیٹ

ہوئے کہا۔

”کمال ہے۔ بھلا شیطان سے بھی بہتری کی امید ہو سکتی ہے۔“
عمران بازنہ آیا۔

”نمبر الیون۔ اگر اب یہ بولے تو بلا در لغ غولی مار دینا“..... مجرما
نے اپنے ساتھی کو حکم دیا اور پھر خود کاں میں معروف ہو گیا۔

”ہیلو۔ شیطان اسپیلنگ۔ اوور“..... دوسری طرف سے آواز آئی۔

”لیں شیطان دس اینڈ۔ کوڈ۔ اوور“..... مجرما شفاق نے کہا۔

”دس کروڑ میں دو شیطان۔ اوور“..... دوسری طرف سے کہا
گیا۔

”طالب۔ میں اشفاق بول رہا ہوں۔ فوراً نار گست پر پہنچو۔
ایک اہم مسئلہ ہے اوور“..... مجرما شفاق نے کہا۔

”خیریت ہے اس وقت کیا مسئلہ آن پڑا اوور“..... طالب نے
پوچھا۔

”تم جلدی پہنچو میں ڈیجئر زون کو تمہارے بارے میں اطلاع
دیتا ہوں۔ اوور“..... مجرما شفاق نے کہا۔

”اوے کے میں آ رہا ہوں۔ اوور اینڈ آل“..... دوسری طرف سے
آواز آئی اور مجرما نے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔

”نمبر الیون۔ تم ڈیجئر زون میں شیطان کی آمد کی اخلاع دے
دو۔“..... مجرما شفاق نے کہا تو نمبر الیون پھر قی سے باہر نکل گیا۔
مجرما شفاق اب عمران کے سامنے کرسی پر آن بیٹھا۔

”تمہیں ہم پر شک کیسے ہوا؟“.....اس نے نرم لمحے میں پوچھا۔
”تم خود ہی تو خواب میں آ کر مجھے بتا گئے تھے“.....عمران نے
جواب دیا۔

”ہوں۔ تم سیدھے طریقے سے نہیں ہتاو گے“.....میجر اشfaq
نے کہا۔

”یہ آج تک طریقے کا سیدھا اور الٹا پن میری سمجھ میں نہیں
آیا“.....عمران نے کہا۔

”طالب کو آ لینے والوں سب کچھ سمجھ میں آ جائے گا۔“

”اپھا تو کیا طالب صاحب کسی پرائزی سکول میں ٹھپر لگے
ہوئے ہیں جو سمجھانے میں ماہر ہیں“.....عمران نے کہا۔

”ہاں۔ ایسے ہی سمجھ لو“.....میجر بھی اب مزے لینے لگا۔

”جہاں تم جیسے ٹھپر ہوں وہ تو پھر یقیناً مثالی درسگاہ ہو گی“.....
عمران نے کہا۔

”تم خاموش نہیں رہ سکتے“.....میجر کو دوبارہ غصہ آنے لگا۔

”واہ واہ کیا خالص استادانہ لمحہ ہے“.....عمران بازنہ آیا۔
میجر اشFAQ خاموش رہا۔ عمران بھی کسی سوچ میں ڈوب گیا۔

کافی دری گزر گئی اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔

”کم ان“.....میجر اشFAQ بولا۔ دروازہ کھلا اور دو نقاب پوش
اندر آ گئے۔ انہوں نے اندر آ کر اپنے نقاب اتار دیئے۔ ان میں
بے ایک طالب اور دوسرا اس کا ساتھی تھا۔

”یہ کون ہے؟“.....اس نے حیرت سے عمران کی طرف دیکھتے
ہوئے کہا۔ عمران مسکرا یا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ اس وقت طالب کے
روپ میں کیپٹن ٹکلیل اور دوسرا یقیناً صدر ہو گا لیکن دل ہی دل میں
ان کے میک اپ کی واردی نے لگا۔ اتنے تکمیل میک اپ میں تھے کہ
اگر عمران جولیا کو ہدایات نہ دے آیا ہوتا تو یقیناً دھوکہ کھا جاتا۔

”یہ مسٹر علی عمران ہیں۔ یہاں کی اٹھلی جنس کے آفیسر جن کے
متعلق میں نے اس دن تمہیں کوئی میں بتایا تھا“.....میجر اشFAQ
نے جواب دیا۔

”لیکن تم تو کہہ رہے تھے کہ تم نے انہیں مطمئن کر دیا ہے۔“
طالب نے کہا۔

”ہاں۔ اس وقت تو صورت حال یہی معلوم ہوتی تھی لیکن اب
یہ تمہارے سامنے ہے“.....میجر اشFAQ نے کہا۔

”اے کہاں سے گرفتار کیا ہے؟“.....طالب نے کہا۔

”یہ رابرٹ نمبر ٹو کے روپ میں یہاں موجود تھا۔ آج فائل نمبر
تھری نکال کر دیکھنے لگا تو الارم کی وجہ سے کپڑا گیا“.....میجر
اشFAQ نے کہا۔

”اوہ۔ تو اس کا مطلب ہے سب کچھ اس کی نظر میں آ گیا۔“
طالب نے کہا۔

”ہاں۔ اسی لئے تو میں نے تمہیں بلایا ہے کہ اس کا اب کیا کیا
جائے“.....میجر اشFAQ نے کہا۔

”سکرنا کیا ہے۔ گولی مار دو“..... طالب نے لاپرواہی سے کہا اور عمران، کیپٹن شکلیں کی اداکاری پر عش عش کر رہا۔

”ہوں۔ پہلے اس پر تشدید کر کے اس کے ساتھیوں کے متعلق معلومات حاصل کر لیں“..... میجر اشراق نے کہا۔

”یا تم لوگ بھی بالکل چفرد ہو میرے سامنے ہی میرے متعلق پروگرام بنارہے ہو“..... عمران بول پڑا۔

”کیا تم شرافت سے سب کچھ نہیں بتاؤ گے“..... طالب نے عمران سے مخاطب ہو کر پوچھا۔

”واو۔ واد کیا بات ہے۔ اب شیطان بھی شرافت کا نام لینے لگے ہیں“..... عمران نے مصکنہ اڑاتے ہوئے کہا۔

”تم سب لوگ جاؤ صرف ایک نامی گن والا رہ جائے۔“ طالب نے اچانک نامی گن والوں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا۔

”کیوں“..... میجر جیران رہ گیا۔

”خواہ خواہ اتنا مجھ لگانے سے فائدہ۔ یہ بندھا ہوا تو ہے ہی ایک نامی گن کافی ہے“..... طالب نے جواب دیا اور میجر اشراق کندھے اچکا کر رہ گیا۔ عمران، کیپٹن شکلیں کی ذہانت کی داد دینے لگا۔ سب کے جانتے ہی طالب نے جیب سے ایک لمبا سا چاقو نکلا اور استکھول کر عمران کی طرف بڑھ آیا۔

”سب صحیح صحیح بتا دو ورنہ“..... طالب نے چاقو کی نوک اس کے بازو پر رکھ کر کہا۔

”ورنہ کیا کیپٹن صاحب“..... عمران نے ہستے ہوئے کہا۔

”کیپٹن۔ کون کیپٹن“..... طالب نے حیرت سے کہا۔

”کیپٹن شکلیں اور کون“..... عمران نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا۔

”تم وقت ضائع کر رہے ہو۔ بتاؤ“..... اچانک طالب کو غصہ آ گیا۔

عمران الجھن میں پڑ گیا کہ کیپٹن شکلیں اتنے واضح اشارے کے باوجود اداکاری کر رہا ہے۔

”بتاؤ“..... طالب دھاڑا اور دوسرے لمحے چاقو کا پھل عمران کے بازو میں گھس گیا۔ درد کی ایک شدید لہر اس کے جسم میں دوڑ گئی۔ درد سے زیادہ اسے کیپٹن شکلیں کے رویہ پر حیرت بھی۔ اوہر صدر بھی خاموش تھا۔

”بتاؤ ورنہ آنکھ نکال دوں گا“..... طالب کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

”کیا بتاؤں۔ تم نہیں جانتے بھلا یہ بھی اداکاری کا وقت ہے۔“..... عمران کو بھی غصہ آ گیا۔ کیپٹن شکلیں خواہ خواہ اداکاری کے چکر میں پڑ کر اس کا وقت ضائع کر رہا ہے۔

”تم شاید کسی غلط فہمی میں بتلا ہو۔“..... اب طالب کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے۔

”کیا تم کیپٹن شکلیں نہیں ہو“..... عمران کے لمحے میں حیرت تھی۔

”کون کیپن شکلیں میں نہیں جانتا اسے اور پھر میں کیپن ہو بھی کیسے سکتا ہے“..... طالب نے کہا۔
”ہونے کو تو بہت کچھ ہو سکتا ہے مگر“..... عمران اس غیر متوقع پیوں پر الجھ کر رہ گیا۔ وہ تو اپنے طور پر مطمئن تھا کہ طالب کے روپ میں کیپن شکلیں ہو گیا۔

طالب اب تک عمران کو بغور دیکھ رہا تھا۔ اچانک طالب گھوما اور پھر اس نے چاقو کی نوک میجر اشفاق کے سینے پر رکھ دی۔
”گک۔ گک۔ کیا مطلب“..... میجر گڑ بڑا کر رہ گیا اور عمران کے چہرے پر اطمینان کے آثار چھا گئے۔

”میجر اشفاق۔ تم اپنے آپ کو بہت ہوشیار سمجھتے تھے۔ اب بتاؤ“..... طالب نے غراتے ہوئے کہا۔

”تو کیا تم طالب نہیں ہو“..... میجر اشفاق کی آنکھوں میں حیرت ناق رہی تھی۔ طالب کے ساتھی نے پیوں دیکھتے ہی ریوالوں سے ٹامی گن والے کو کور کر لیا تھا۔

”میں کیپن شکلیں ہوں طالب نہیں“..... کیپن شکلیں نے کہا اور میجر اشفاق بے بسی سے ہونٹ کا ثاثرا رہ گیا۔

”اب بتائیے عمران صاحب کیسی رہی“..... طالب نے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”یارویے تو ہڑی اچھی رہی مگر میرے بازو سے ابھی تک خون بہرہ رہا ہے“..... عمران نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”بہنے دو کوئی پرواہ نہیں“..... طالب نے لاپرواہی سے کہا اور عمران ایک دفعہ پھر گڑ بڑا گیا۔ اس نے سوچا کم از کم کیپن شکلیں ایسا نہیں کہہ سکتا۔ کیا یہ کیپن شکلیں نہیں طالب ہے۔ وہ چکرا کر رہ گیا۔ ان شیطانوں نے تو واقعی اسے چکر دے دیا تھا۔

”ہاں تو عمران صاحب۔ ایسا کریں اپنے تمام ساتھیوں کو نہیں بلوا لیں“..... طالب نے کہا اور عمران چونک گیا۔ یہ یقیناً کیپن نہیں ہو سکتا۔ اور پھر وہی ہوا۔ اچانک دھماکہ ہوا اور طالب الٹ کر پیچھے جا گرا۔ گولی اس کے سینے میں گھس گئی تھی۔

کیپن شکلیں اور صدر، جولیا کی ہدایات ملنے کی تھوڑی دیر بعد میک اپ کر کے ہٹل سے باہر نکل آئے۔ انہوں نے نیکی کی اور نیکی ڈرائیور کو داش کالونی کی طرف چلنے کا حکم دیا۔ سڑکوں پر کافی رش تھا۔ نیکی انتہائی تیزی سے اپنا راستہ بناتی ہوئی بھاگی جا رہی تھی۔ ڈرائیور کافی ہوشیار معلوم ہوتا تھا پھر اچانک نیکی بہب دو بسوں کے درمیان سے نکلنے لگی تو سامنے سے ایک ٹرک آگیا۔ نیکی ڈرائیور نے بچانے کی بے حد کوشش کی مگر ایک زور دار دھماکہ ہوا۔ نیکی ٹرک سے نکلا چکی تھی۔ نیکی قلبابازیاں کھاتی ہوئی دور جا گری۔ اس کا انجمن تباہ ہو چکا تھا۔ سڑک پر ہنگامہ برپا ہو گیا۔ ارد گرو کے لوگ تیزی سے نیکی کی طرف بھاگے۔ نیکی ڈرائیور فوراً ہی ہلاک ہو گیا تھا۔ سینرگ وہیں اس کے سینے میں گھس گیا تھا۔ البتہ کیپن شکلیں اور صدر نجع گئے تھے۔ وہ دونوں بے ہوش تھے۔

چھوٹی مولیٰ چوپیں تو انہیں بھی کافی آئیں مگر کوئی شدید چوت نہیں تھی۔ زور دار نکروں سے وہ بے ہوش ہو گئے تھے۔ لوگوں نے جلدی سے انہیں نیکی سے کھینچ کر باہر نکلا اور پھر ایک کار روک کر ان دونوں کو سول ہسپتال لے جایا گیا۔ ہسپتال میں انہیں فوراً طبی امداد مہیا کی گئی لیکن ڈاکٹروں کی سرتوز کوششوں کے باوجود انہیں ہوش نہ آیا بلکہ ان کی حالت اور زیادہ خراب ہوتی چلی گئی۔ شاید کوئی اندر ورنی شدید چوت لگی تھی۔ ایکسیڈنس کو ہوئے بارہ گھنٹے گزر گئے اور ابھی تک دونوں بے ہوش تھے۔ ڈاکٹران کی زندگی سے ماہیوں سے ہو گئے۔ تقریباً میں گھنٹے بعد ان کی حالت بالکل خراب ہو گئی اور انہیں آسیجن مینٹ میں رکھ دیا گیا۔ دونوں کو خون کی بوتلیں چڑھا دی گئیں۔ ڈاکٹران پر مختلف انجیکشن آزماء رہے تھے لیکن بے ہوشی تھی کہ ٹوٹنے میں نہیں آہی تھی۔ خدا خدا کر کے تقریباً حادثے کے چوبیں گھنٹے بعد انہیں ہوش آگیا۔ شاید ابھی ان کی عمر باقی تھی درنہ ڈاکٹر ماہیوں ہو چکے تھے۔

اس وقت آدمی رات تھی۔ ان کے قریب ایک ڈاکٹر اور دو نریں مستقل ڈیوٹی پر تھیں۔ پہلے صدر کو ہوش آیا اور چند منٹ بعد کیپن شکلیں بھی ہوش میں آگیا۔ آسیجن مینٹ ہٹا دیا گیا۔ وہ چند لمحے تو سپاٹ نظریوں سے اوہر ادھر دیکھتے رہے پھر آہستہ ان کی یادداشت لونٹنے لگی اور پھر تھوڑی دیر بعد ان کی بعض معمول پر آگئی۔ خون کی بوتلیں ہٹا دی گئیں۔ اب وہ پوری طرح ہوش میں

پھر وہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑے تیزی سے بھاگتے ہوئے گیلری میں آئے اور پھر گیلری سے پچھلے دروازے تک پہنچ گئے۔ خوش قسمتی سے اب تک ان کا ٹکراؤ کسی سے نہ ہوا تھا۔ وہ آسانی دروازہ کھول کر باہر نکل آئے۔ ان کے جسم پر مریضوں والا لباس تھا اور اس لباس میں روپور کی موجودگی کا تو سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔ شکر یہ کہ گرمیوں کا موسم تھا ورنہ سردی میں تو اکثر جاتے۔ ہسپتال کی عمارت سے وہ چھپتے چھپاتے باہر نکل آئے۔ ہسپتال سے کافی دور آ کر انہیں ایک نیکی میں گئی اور اس نیکی نے انہیں واپس کالونی پہنچا دیا۔

وہ کوئی نمبر 130 سے کافی پہلے ہی اتر گئے اور پھر وہ تیزی سے چلتے ہوئے کوئی کے عقب میں آپنچھے۔ کمزوری اور درد سے ان کی چیری حالت تھی۔ یہ بھی ان کی بے مثال قوت برداشت اور مضبوط قوت ارادی کا نتیجہ تھا کہ وہ اس طرح دوڑ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد وہ دونوں ایک درخت کے ذریعے عقبی دیوار پھاند گئے۔ اب دونوں آہستہ آہستہ چلتے ہوئے پورچ کی طرف بڑھے۔ پورچ میں ایک لمبی چوڑی کار موجود تھی۔ وہ دونوں جیسے ہی کار کے قریب پہنچے انہیں دروازے کی چھٹی کھلنے کی آواز آئی۔ وہ تیزی سے بڑے ستون کی آڑ میں ہو گئے۔ دروازہ کھلا اور اس میں سے وہی طویل القامت اور اس کا ساتھی باہر نکلا اور پھر وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے کار میں آپنے۔ کیپن شکلیں نے صدر کی طرف دیکھا

تھے۔ اب انہیں جولیا کی ہدایات اور اپنے کام کی فکر پڑ گئی۔ جسم میں اب بھی شدید کمزوری موجود تھی لیکن فرض ان کی نظر میں زیادہ اہم تھا۔ وہ اضطراری طور پر اٹھ کر بیٹھ گئے۔

”لیٹے رہئے۔ لیٹے رہئے۔ ابھی آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔“ ڈاکٹر نے ان سے کہا اور وہ دونوں دوبارہ لیٹ گئے۔ ”نر۔ ان کا خیال رکھنا۔ میں راؤنڈ لگا آؤں۔“ ڈاکٹر نے ایک نر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”او کے سر“..... اس نر نے جواب دیا اور ڈاکٹر دوسری نر کو لے کر راؤنڈ پر چلا گیا۔

کیپن شکلیں نے صدر کی طرف دیکھا اور مخصوص اشارہ کر دیا۔ صدر نے بھی اشبات میں جواب دیا۔

”نر۔ میرے سینے میں شدید درد ہے۔“ اچانک صدر بول پڑا۔

نر تیزی سے صدر کے قریب آئی اور پھر اس نے اپنا ہاتھ اس کے سینے پر رکھ دیا۔ صدر نے اچانک نر کا گلا پکڑ لیا اور چند لمحوں بعد نر بے ہوش ہو چکی تھی۔ نر کو بے ہوش کرتے ہوئے صدر کو ذہنی تناؤ اور روحانی تکلیف ہوئی لیکن کیا کرتا مجبوری تھی۔ وہ اس حالت میں بھی فرض کو اہمیت دے رہے تھے۔ نر کے بے ہوش ہوتے ہی وہ دونوں بستر سے اچھل کر کھڑے ہو گئے۔ اٹھنے سے اس کے جسم میں شدید درد ہوا لیکن انہوں نے پرواہ نہ کی اور

پھر صدر خطرے کی پرواہ نہ کرتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے اس جگہ پاتھ پھیرا جہاں اس کا خیال تھا کہ دروازے کا بیٹن ہو گا۔ دروازہ کھل گیا۔ صدر لپک کر اندر چلا گیا۔ دوسرے لمجھ کیپین ٹکلیں نے بھی جھپ کیا اور وہ بھی اندر ہو گیا۔ پھرے داروں کی نظر ان پر نہ پڑی شاید وہ اپنے اپنے درختوں پر چڑھنے میں مصروف تھے۔ وہ تیزی سے سیڑھیاں اترنے لگے۔ دروازہ بند ہو چکا تھا۔ سیڑھیاں اتر کر دہ ایک کرے میں آئے پھر دروازے کے قریب ایک پھرے دار نظر آ گیا۔ اس کے قریب ہی انہیں رائفل بھی دیوار کے ساتھ رکھی ہوئی نظر آ گئی۔ پھرے دار شاید کس سوچ میں غرق تھا یا پھر ستارہ تھا۔ صدر نے بڑی آہنگی سے ہاتھ بڑھایا اور دوسرے کے وہ دوڑتے ہو رہی تھی۔ ادھر اب اتنی بھاگ دوڑ کے بعد ان پر کمزوری غائب آنے لگی تھی لیکن دونوں بڑی ہمت سے اپنے آپ پر قابو پائے ہوئے۔ تھے پھر کار ایک جگہ جا کر رک گئی۔ صدر سمجھ گیا کہ وہ درخت والے گیٹ کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ طالب اور اس کا ساتھی کار سے اترے۔ ڈیجنرڈون پر موجود پھرے دار درختوں سے نیچے اتر آئے۔ وہ انہیں سلام کرنے لگے تھے۔ صدر نے موقع تھیمیت جانا اور دونوں آہستہ سے ڈگی سے اتر کر کار کی آڑ میں ہو گئے۔ اتنے میں درخت والا دروازہ کھلا اور طالب اور اس کا ساتھی اندر گھس گئے۔ دروازہ دوبارہ بند ہو گیا۔ پھرے دار واپس اپنی جگہ پر جانے لگے۔ وہ دونوں ہشکرنے ہوئے درخت کے قریب آ گئے اور

اور پھر دونوں لپک کر کار کی ڈگی کے قریب پہنچ گئے۔ صدر نے ڈگی اٹھائی۔ خوش قسمتی سے ڈگی کا تالا بند نہیں تھا۔ شاید سامان نکال کر ڈرائیور تالا لگانا بھول گیا تھا۔ کیپین ٹکلیں بڑی آہنگی سے ڈگی میں گھس گیا۔ اس وقت کار شارت ہوئی اور پھر صدر بھی پھرتی سے اندر آ گیا۔ دوسرے لمجھ کار چل پڑی۔ دونوں بڑی مشکل سے ڈگی میں سائے۔ ڈگی کا ڈھکنا انہیں نے کھلے رکھا تاکہ دم نہ گھٹ جائے۔

کار تیزی سے مختلف سڑکوں پر دوڑتی رہی پھر دہ جنگل میں گھس گئی۔ صدر چونک پڑا کیونکہ وہ ایک بار پہلے عمران کے ساتھ جنگل میں آ چکا تھا۔ جنگل میں کار دوڑتی رہی اور بھکلوں سے دونوں کی بڑی حالت ہو رہی تھی۔ ادھر اب اتنی بھاگ دوڑ کے بعد ان پر کمزوری غائب آنے لگی تھی لیکن دونوں بڑی ہمت سے اپنے آپ پر قابو پائے ہوئے۔ تھے پھر کار ایک جگہ جا کر رک گئی۔ صدر سمجھ گیا کہ وہ درخت والے گیٹ کے قریب پہنچ گئے ہیں۔ طالب اور اس کا ساتھی کار سے اترے۔ ڈیجنرڈون پر موجود پھرے دار درختوں سے نیچے اتر آئے۔ وہ انہیں سلام کرنے لگے تھے۔ صدر نے موقع تھیمیت جانا اور دونوں آہستہ سے ڈگی سے اتر کر کار کی آڑ میں ہو گئے۔ اتنے میں درخت والا دروازہ کھلا اور طالب اور اس کا ساتھی اندر گھس گئے۔ دروازہ دوبارہ بند ہو گیا۔ پھرے دار واپس اپنی جگہ پر جانے لگے۔ وہ دونوں ہشکرنے ہوئے درخت کے قریب آ گئے اور

دوسرے مجرم کو کور کر لیا ہے۔ وہ خاموشی سے سب باتیں سنتا رہا پھر اس نے یہ سنا کہ طالب عمران کو مشورہ دے رہا ہے کہ اپنے تمام ساتھیوں کو وہیں بلوالے تو اس نے فیصلہ کیا کہ جلد از جلد معاملہ ختم کر دینا چاہئے۔ کہیں بنا بنا یا کام بگڑانہ جائے۔ چنانچہ اس نے ٹریکر دبا دیا۔ گولی ٹھیک نشانے پر لگی۔ طالب اللہ کر پیچھے جا گرا۔ چاقو اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا تھا۔ گولی اس کے سینے میں گھس گئی۔ کمرے میں موجود ہر شخص بری طرح چونکا۔ صدر نے دوسرا فائر کر دیا۔ دوسری گولی ٹائی گن والے کی کھوپڑی اڑا لے گئی۔ ادھر کیپین شکلیل گولی کی آواز سنتے ہی اندر لپکا۔ سامنے مجرم اشفاق تھا۔

”ہندز اپ“..... وہ غرایا گر طالب کے ساتھی نے اس پر فائر کر دیا۔ کیپین شکلیل پھرتی سے پہلو ہدل گیا پھر اس سے پہلے کہ وہ دوسری گولی چلاتا، کیپین نے فائر کر دیا۔ گولی اس کی پسلیاں توڑتی ہوئی نکل گئی۔ کیپین شکلیل نے ریوالور مجرم اشفاق کی کرسے لگا دیا۔ مجرم اشفاق نے ہاتھ اٹھا لئے۔ طالب ابھی فرش پر پڑا ترپ رہا تھا پھر اس کے جسم نے ایک جھکا کھایا۔ وہ خستدا ہو چکا تھا۔ صدر نے اس کرنے کے روشنداں کو کھولا اور پھر وہیں سے چلانگ لگا دی۔ فرش پر گرتے ہی وہ تیزی سے اٹھا اور اس نے بندھے ہوئے عمران کی رسیاں کھولنی شروع کر دیں جو حیرت زدہ بیٹھا یہ تماشا دیکھ رہا تھا۔ رسیاں کھلتے ہی عمران اٹھا اور پھر اس نے

پھر صدر کو اس دفتر میں روشنی نظر آئی جس میں وہ اس دن مجرم اشلاق سے ملے تھے۔ صدر نے کی ہول سے آنکھ لگائی اور پھر وہ اندر کا منظر دیکھ کر چونک پڑا۔ اسے کسی پر بندھا عمران صاف نظر آگیا۔ اس نے کیپین شکلیل کے کان میں سرگوشی کی اور پھر کیپین شکلیل بھی کی ہول سے اندر دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ بہر حال انہیں خوشی ہوئی کہ وہ نادانستہ طور پر صحیح وقت اور صحیح مقام پر آئے تھے۔

”میں سیڑھیوں سے ہو کر اوپر جاتا ہوں تاکہ روشنداں سے پچویش کنٹرول کروں۔ تم ریوالور لے کر یہیں کھڑے رہو۔ اگر میں گولی چلاوں یا آواز دوں تو بلا دریغ اندر گھس آنا“..... صدر نے

کیپین شکلیل کے کان میں کہا اور اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ صدر رائفل لے کر آگے بڑھ گیا اور پھر اس کا اندازہ صحیح نکلا۔ جلد ہی اسے سیڑھیاں مل گئیں اور تھوڑی دیر بعد وہ اس گیلری تک جا پہنچا جہاں کمروں کے روشنداں تھے۔ اس نے اس کرنے کا روشنداں تھوڑا سا کھولا۔ رائفل کی نال وہاں آہستہ سے ٹکا دی اور اندر جھانکنے لگا۔ دوسرے لمحے اس کے اعصاب شل ہو گئے وہاں اس نے طالب کا چاقو عمران کے بازو میں گھستے دیکھا۔ اس نے رائفل کے ٹریکر پر انگلی رکھ دی اور پھر ذرا سا پیچھے ہٹ کر رائفل کی نال کو آگے بڑھایا اور نشانہ لے لیا۔ پیچے ہر شخص عمران کی طرف متوجہ تھا اور اس سے پہلے کہ وہ گولی چلاتا۔ وہ تیزی سے بدلتی ہوئی پچویش دیکھ کر رک گیا اور پھر اس نے دیکھا کہ طالب نے اب

تیزی سے نامی گن اٹھا لی۔

”صفدر۔ میجر اشراق کو کرسی سے باندھ دو“..... عمران نے صدر کو حکم دیا اور صدر نے میجر اشراق کو کرسی سے باندھ دیا۔ میجر اشراق پچینش کو اس طرح بدلتے دیکھ کر بے حس ہو چکا تھا۔

”تم انہیں کور رکھو۔ میں ابھی آیا“..... عمران نے کہا اور پھر وہ تیزی سے دروازے سے باہر نکل گیا۔

تقریباً وہ منٹ بعد وہ دوبارہ اندر داخل ہوا۔ اس نے دروازہ بند کر لیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا بکس تھا۔ اس نے پھرتی سے بکس کھولا۔ اس میں میک اپ کا سامان تھا۔ اس نے تیزی سے بند ہے ہوئے میجر کے مشہ پر اپنا میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ میجر اشراق نے جدو جہد کرنی چاہی لیکن صدر نے اس کا سر دنوں ہاتھوں سے پکڑ کر قابو کر لیا۔ تھوڑی دیر بعد میجر اشراق، عمران کا ہم شکل بن چکا تھا۔ عمران نے کیپین شکلیں کے ہاتھ سے رووالہ لیا اور پھر اس کا دستہ پوری قوت سے میجر کے سر پر دے مارا۔ دوسرا ضرب پر میجر بے ہوش ہو چکا تھا۔ اب اس نے کیپین شکلیں پر طالب کا میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ اس سے فارغ ہو کر اس نے طالب کے ساتھی کا میک اپ صدر پر کیا۔ تھوڑی دیر بعد ان دنوں کی شکلیں بدل چکی تھیں پھر اس نے طالب اور اس کے ساتھی پر کیپین شکلیں اور صدر کا میک اپ کیا۔

”تم دنوں کپڑے بدل لو“..... عمران نے ان سے مخاطب ہو

کر کھا۔

”وہ مگر کپڑے کھاں ہیں۔ ان دونوں کے کپڑے تو لمبو سے ہیں“۔ کیپین شکلیں نے کہا۔ پھر عمران کے تلاش کرنے پر آفس مسلکہ با تھوڑے روم میں ہی انہیں کپڑوں کی ایک الماری نظر آ گئی۔ دونوں نے کپڑے تبدیل کئے اور اپنے کپڑے انہوں نے مردہ طالب اور اس کے ساتھی کو پہنایا۔ عمران نے بے ہوش میجر سے کپڑے تبدیل کر لئے۔ اس تمام کام میں عمران نے بے حد پھرتی دکھائی۔ نتیجہ یہ کہ تقریباً آدھے گھنٹے میں وہ فارغ ہو چکا تھا۔ اب تک کوئی بھی اور آدمی کمرے میں نہیں آیا تھا۔ شاپنگ میجر کی طرف سے انہیں سخت ہدایات تھیں۔ وہ اُنہیں یہاں کی پچونیش کا بھی تو علم نہیں تھا۔ اس نے میز پر لگے ہوئے گھنٹی کے ہٹن کو دبایا۔ چند لمحے بعد ایک نوجوان ہاتھ میں نامی گن لئے اندر داخل ہوا۔ اندر کی پچونیش دیکھ کر وہ ایک لمحے کے لئے ٹھنک گیا۔ عمران منہ پر نقاب لگا چکا تھا۔

”دو اور کو بلاو“..... عمران نے اسے میجر کی آواز میں حکم دیا اور وہ تیزی سے واپس مڑ گیا۔ چند لمحے بعد اس کے ساتھ دو اور آدمی اندر داخل ہوئے۔

”تم باہر ڈینجہ رون والوں کو مطلع کرو کہ ہم ایک اہم کام کے لئے باہر جا رہے ہیں۔ ہوشیار رہیں اور تم دونوں ان کو اٹھاؤ“۔ عمران نے طالب اور اس کے ساتھی کی طرف اشارہ کیا۔ پہلے والا

نوجوان باہر چلا گیا جبکہ اس کے دونوں ساتھی ان دونوں کو اٹھانے لگے۔ صدر نے آگے بڑھ کر بے ہوش میجر اشfaq کو کاندھے پر لاد لیا اور پھر وہ سب تیزی سے گیٹ کی طرف بڑھنے لگے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ درخت والے دروازے سے نکل کر جنگل میں آگئے۔

”تم لوگ ہوشیاری سے پہرہ دو۔ مجھے شاید چند گھنٹے لگ جائیں۔“ عمران نے ان سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اوے کے چیف۔ آپ بے فکر رہیں۔“..... ان کے لیڈر نے کہا اور پھر عمران، کیپشن ٹکلیل اور صدر کار میں بیٹھ گئے اور کار تیزی سے واپس روٹ نے لگی۔

ہوٹل تاج کے کمرے میں محفل جمی ہوئی تھی۔ عمران، کیپشن ٹکلیل، صدر اور جولیا کمرے میں موجود تھے۔

”عمران صاحب۔ کیا اڈے پر قبضہ کر لیا گیا؟“..... صدر نے پوچھا۔

”ہاں صدر۔ صبح میں نے ایکسلو کے حوالے سے فوج کو کال کیا اور پھر تھوڑی سی جدو جہد کے بعد اڈے پر ہمارا قبضہ ہو گیا۔ دیے وہاں صرف تھوڑے سے مجرم تھے پاتی سب اپنے ہی فوجی تھے۔“

”آخر یہ قبضہ کیا تھا۔ اپنی تو کچھ میں نہیں آیا۔“..... جولیا نے پوچھا۔

”ہیرا من طوبتے کا قبضہ تھا۔“..... عمران بولا۔

”پلیز عمران صاحب۔ سنجیدگی سے بتائیں۔“..... کیپشن ٹکلیل نے درخواست کی۔

”زبان سے بتاؤں یا سمجھیگی ہے“..... عمران نے کیپٹن فکیل پر چوٹ کی۔

”عمران“..... جولیا نے اتحا آمیر لجھے میں کہا کیونکہ وہ تینوں ہرگز اس کیس کو نہیں سمجھ سکتے تھے۔

”اچھا بھائی سنو۔ اب تم تینوں جو درخواست کر رہے ہو تو سنو لیکن میں مختصر بتاؤں گا“..... عمران نے کہا۔

”آپ بتائیے تو سہی“..... صدر نے کہا۔

”بات دراصل یہ ہے کہ ہمارے ملک نے پریم نگر کے اس جنگل میں خفیہ زمین دوز میراں اڈہ اور ایک طاقتور راڈار اسٹیشن بنانے کا منصوبہ بنایا۔ جنگل کا یہ حصہ جہاں اڈہ موجود ہے چونکہ پڑوی دشمن ملک کی سرحد کے قریب ہے اس لئے یہ جگہ مناسب خیال کی گئی۔ منصوبہ تیار ہوا پھر اڈہ بننا شروع ہو گیا۔ یہ اڈہ بنانے والے فوجی تھے۔ یہ منصوبہ اتنا خفیہ رکھا گیا کہ پریم نگر کے نواب تک کو بھی اس کی ہوانہ لگنے دی گئی مگر نجات کیسے پڑوی ملک کے جاسوسوں کے کانوں میں اس منصوبے کی بھلک پڑ گئی۔ انہوں نے اس کے متعلق تفصیلات اپنے ملک کو بھیج دیں۔ اب ادھر ایک بھیانک مگر سادہ سازش تیار کی گئی۔ انہوں نے اپنے ملک کے دو نامور جاسوسوں مرزا اشfaq اور طالب کی سرکردگی میں دو پارٹیاں بھیجیں۔ ادھر پاکیشیائی اڈے کے انچارج کا نام بھی میجر اشFAQ ہی تھا۔ دونوں دشمن ایجنسٹ شیطان کے نام سے پکارے جاتے تھے۔

بہر حال یہ دونوں شیطان یہاں آئے اور مرزا اشFAQ نے اڈے پر قبضہ کر لیا۔ میجر اشFAQ کو قتل کر کے خود اس کی جگہ سنبھالی اور اپنے دوسرے ساتھی بھی اہم پوسٹوں پر لگا دیئے۔ ادھر طالب اپنی پارٹی کے ساتھ باہر رہنے لگا۔ اس کے ذمے یہ ڈیوٹی تھی کہ اگر کوئی دوسری پارٹی یا حکومت کے افراد کو اس مشن پر شک ہو تو وہ ان کا بندوبست کرے۔ دونوں پارٹیاں کام کرتی رہیں۔ ہماری حکومت یہ سمجھتی رہی کہ اڈہ بن رہا ہے۔ تمام خرچہ ہماری حکومت اٹھا رہی تھی۔ ادھر پڑوی ملک کے انجینئروں نے بھی اس اڈے کے ساتھ پر تیار کیا جائے کہ وہ اپنے اڈے سے جس وقت بھی چاہیں اسے کنٹرول کر سکیں۔ دونوں اڈوں کے درمیان ایک خفیہ سرنگ تیار کرائی گئی تاکہ وہ جس وقت چاہیں اس اڈے پر بآسانی قبضہ کر کے اس اڈے کو ہمارے ملک کے خلاف استعمال کر سکیں۔ کام ہوتا رہا اور کسی کو اس بھیانک سازش کی خبر نہ ہو سکی۔ ادھر اڈے کو خفیہ رکھنے کے لئے حکومت کی اجازت سے جنگل میں چند شکاریوں کو قتل کر دیا گیا تاکہ لوگ ادھر آنے سے گھبرا نے لگیں۔ اس کے لئے مخصوص بھیار استعمال کئے گئے جس کی وجہ سے لوگوں میں جن بھوتوں کا تصور پھیلنے لگا اور یہ جگہ پراسرار اور آسیب زدہ بھیجی جانے لگی۔ چونکہ نواب صاحب کو اس کے متعلق علم نہیں تھا اور شکاریوں

کی وجہ سے ان کی آمدی کم ہوئی تو انہوں نے سر سلطان سے مدد کی درخواست کی جو ان کے دوست ہیں۔ سر سلطان خود اس منصوبے سے آگاہ نہیں تھے کیونکہ یہ سب ثابت نیکرٹ رکھا گیا تھا۔ سر سلطان نے دوستی سے مجوز ہو کر ایکسٹو کو درخواست کی اور ایکسٹو نے مجھے قربانی کے بکرے کو آگے کر دیا۔ یہاں آکر میں نے تحقیقات کی اور پھر اچانک صورتحال بدل گئی۔ جب ہمیں یقین دلایا گیا کہ یہ اڑہ ہماری حکومت ہی بنارہی ہے۔ یہاں کوئی مجرمانہ کام نہیں ہو رہا۔ میں نے ایکسٹو کو فون کیا۔ ایکسٹو نے تصدیق کی بات صحیح لکھ لی۔ اب یہاں آکر کیس شہپر ہو گیا۔ دراصل مجرم ہمیں چکر دے گئے اور سچ بات تو یہ ہے میں بھی چکرا گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں کیا کروں پھر جولیا کو میں نے اس آدمی کے تعاقب پر لگا دیا اور خود جب باہر نکلا تو میجر اشفاق نظر آ گیا پھر اس کا تعاقب کر کے میں طالب کے ٹھکانے پر جا پہنچا۔ جولیا بھی گرفتار ہو کر وہیں آئی اور پھر ان کی باتیں سن کر میں مشکوک ہو گیا۔ میں نے جولیا کے ذریعے تمہیں ہدایات پہنچائیں کہ طالب کو اغوا کر لیا جائے۔ خود میں نمبر ٹو کو ختم کر کے اڑے میں گھس گیا اور وہاں فالک نکالتے ہوئے گرفتار ہو گیا۔

میجر اشفاق نے طالب کو بلا بھیجا۔ طالب اپنے ایک ساتھی کے ساتھ وہاں آپنچا۔ اب صورتحال یہ تھی کہ مجھے یقین تھا کہ طالب کے بھیں میں کیپٹن شکیل ہے اور اس کے ساتھی کے بھیں میں صدر

ہے۔ اوہر تم لوگوں نے عجلت سے کام لیا اور وقت پر وہاں پہنچ گئے ورنہ میں تو اس یقین کے بھروسے پر مارا جائے۔..... عمران نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا اور اس پچھوئیشن کا تصور کر کے سب نہیں پڑے۔

”طالب اوہر چاقو لے کر میری طرف بڑھ رہا تھا اور میں اسے کیپٹن شکیل سمجھ کر اس کی فطری اداکاری اور مکمل میک اپ پر دل ہی دل میں عشق عشق کر رہا تھا۔..... عمران نے چند لمحوں بعد دوبارہ بولتے ہوئے کہا اور کمرہ ایک بار پھر قہقہوں سے گونج اٹھا۔

”اب آگے تم جانتے ہی ہو کر کیا ہوا۔..... عمران نے کہا۔

”کیا ہوا۔..... جولیا بولی کیونکہ وہ لاعلم تھی۔

”نکاح ہوا اور کیا ہو سکتا ہے۔..... عمران نے کہا اور جولیا پھر گئی۔

”شک اپ بد تیز۔..... جولیا غصے سے چلا۔

”کیوں۔ نکاح ہونے میں بد تیزی کہاں سے داخل ہو گئی۔..... عمران نے حرمت سے کہا اور جولیا نے سینڈل کی طرف ہاتھ پڑھایا۔

”اچھا اچھا ہو گئی داخل بد تیزی۔ بس اب تو خوش ہو گئی۔

عمران نے اسی لمحے میں کہا کہ جولیا نہ چاہتے ہوئے بھی نہیں پڑی۔

”بس اسی طرح بہتی رہا کرو تاکہ امید قائم رہے۔..... عمران

نے ہانک لگائی اور جولیا کا پھر مٹہ بن گیا۔

”آپ مس جولیا کو بہت شگ کرتے ہیں عمران صاحب“۔ صدر
نے پیچ بچاؤ کرتے ہوئے کہا۔

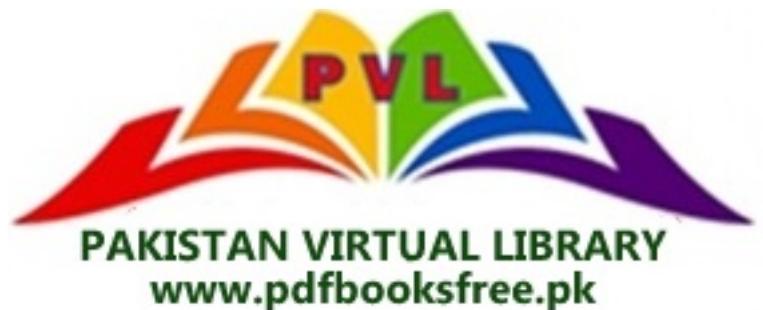
”میرے شگ کرنے سے تو یہ سارث ہے ورنہ بھیں کو غور سے
دیکھ لو اسے کوئی شگ نہیں کرتا“..... عمران نے کہا اور پھر تیزی سے
انہ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔

”یہ عمران ان دونوں سے بھی بڑا شیطان ہے“..... صدر نے
کہا۔

”یعنی دس کروڑ میں دو شیطان نہیں بلکہ دس کروڑ میں ایک بڑا
شیطان“..... کیپشن تکمیل نے کہا۔

”ہاں۔ اسی لئے تو عمران اور شیطان ہم تو ہیں“..... جولیا
نے مسکراتے ہوئے کہا اور پھر ان تینوں کے بے ساختہ قہقہوں سے
کمرہ گونج اٹھا۔

ختم شد



عمران سیریز میں ایک وچھپ اور یادگار ناول

مکمل ناول

پی کا ک

مصنف مظہر ہریم ایم اے

متارع — فلسطینیوں کی ایک خفیہ تنظیم۔ جس نے پوری دنیا میں یہودیوں کا
ناطقہ ہند کر رکھا تھا۔

متارع — جس کا سربراہ اس قدر خفیہ رہتا تھا کہ آج تک کوئی یہودی تنظیم اس
تک نہ پہنچ سکی تھی۔

العباس — جو ایک کافر نہیں میں شرکت کرنے خفیہ طور پر پاکیشیا آئے اور اس
کی خبر یہودیوں کو بھی ہو گئی۔ پھر — ؟

پی کا ک — یہودیوں کی ایک بین الاقوامی تنظیم۔ جس نے پاکیشیا سے العباس
کو انغو اکرنے کا فیصلہ کر لیا۔

ہاسکی — پی کا ک کی سپر ایجنت۔ جس نے پاکیشیا میں ملکی انتظامی جنس اور
سیکریٹ سروس کی زیر نگرانی العباس کو انہٹائی آسانی سے نہ صرف انغو اکر لیا بلکہ وہ
انہیں پاکیشیا سے باہر لے جانے میں بھی کامیاب ہو گئی۔ کیسے — ؟

تو نویر — العباس کو واپس لانے کے لئے تو نویر کی سربراہی میں دور کنی تیسم بھی